تذکرہ علمائے سیتاپور

تصنیف

قاضی سیّد الیاس حسین

ترتیب و تعلیق

ڈاکٹر معین الدین عقیل

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

تذکرہ علمائے سیتاپور

تصنیف

قاضی سیّد الیاس حسین

ترتیب و تعلیق

ڈاکٹر معین الدین عقیل

فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
اُردو بازار، کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا۔

129523

TAZKARA ULMAY SEATA PUR

BY: QAZI SYED ILYAS HUSSAIN

Edited By: Dr. Moin-ud-Din Aqeel

کتاب	:	تذکرہ علمائے سیتا پور
اشاعت اوّل	:	جولائی ۲۰۰۶ء
پیش کش	:	ساجد رحمٰن فضلی
ناشر	:	فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ

تقسیم کار

فضلی بک سپر مارکیٹ

نزد ریڈیو پاکستان، اُردو بازار، کراچی

فون: 2629724 - 2212991 (92-21)

e-mail: fazleebook@hotmail.com

کتاب سرائے

فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اُردو بازار، لاہور۔ فون: 7320318 (92-42)

e-mail: hikmat100@hotmail.com

Marfat.com

انتساب

حکیم ڈاکٹر محمود احمد برکاتی صاحب

کے نام

تجھ سے ہوا آشکار بندۂ مومن کا راز

اس کے دنوں کی تپش، اس کی شبوں کا گداز

Marfat.com

Marfat.com

فہرستِ مندرجات

مقدمہ: مرتب

متن:

علمائے سیتاپور:

مولوی عظمت اللہ بیگ صاحب

مولوی قاضی منشی سید احمد حسین صاحب

مولوی سید احمد صاحب، عرف چندہ

مولوی حاجی ہادی علی خاں صاحب

مولوی قاضی منشی سید الطاف حسین صاحب

مولوی حاجی منشی سید عبدالکریم صاحب

مولوی حکیم شیخ اکرام علی صاحب

مولوی منشی سید ہادی حسن صاحب

مولوی قاضی منشی سیّد ابرار حسین صاحب

علمائے شیعہ:

مولوی سید مشرف علی صاحب

مفتی سید علی احسن

مولوی سیّد نثار حسین

Marfat.com

ضمائم:

تذکرہ مولانا شیخ امام الدین

مولوی امیر علی امیر سیتاپوری

مولوی شیخ اکرام علی فاروقی حنفی

مصنفین سیتاپور کی تصانیف

تعلیقات:

فہرستِ اسنادِ محولہ

Marfat.com

مقدمہ

سیتا پور، صوبۂ متحدہ میں قسمتِ لکھنؤ کا ایک ضلع ہے اور اپنے مرکزی شہر کے نام سے موسوم ہے۔ عہد برطانیہ میں اس کا کل رقبہ ۲۲۵ مربع میل تھا۔ اس کے شمال میں کھیری، مشرق میں گوگرا (یا کوڑیالا) دریا بہتا ہے، جو اسے بہرائچ سے الگ کرتا ہے۔ جنوب میں بارہ بنکی اور لکھنؤ واقع ہیں۔ اس کے مغرب اور جنوب مغرب میں دریائے گومتی بہتی ہے، جس کی دوسری جانب شہر ہردوئی آباد ہے۔ یہ شہر بذریعۂ ریل لکھنواور بریلی سے اور بذریعۂ سڑک لکھنؤ وشاہجہاں پور سے منسلک ہے۔ لکھنؤ سے اس کا فاصلہ ۵۲ میل اور شاہجہاں پور سے ۵۳ میل ہے۔ ۱۸۵۶ء میں ریاست اودھ کے الحاق کے وقت یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا، جو بتدریج ترقی کرتا رہا۔ ۱۸۶۹ء میں اس کی آبادی ۵۷۸۰ نفوس پر مشتمل تھی [1]، جو ۱۹۰۱ء میں ۲۲۵۵۷ تک پہنچ گئی [2]۔ ضلع کی کُل آبادی کا تناسب ۹۶ فیصد دیہی اور صرف ۴ فیصد شہری پر مشتمل تھا۔ مجموعی طور پر اس میں ۲۸ قصبات واقع تھے، جن کی مجموعی آبادی ۱۳ فیصد تھی۔ اس تناسب میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً نصف تھی۔ ایک ہم عصر شہادت کے مطابق آبادی میں مسلمان تعلیم اور ہنر میں بہت بہتر تھے لیکن زیادہ تر غریب اور تنگ دست تھے [3]۔

سیتا پور کے تاریخی حالات برطانوی عہد میں مرتب ہونے والے متعلقہ گزٹیرز وں (Gazetteers) میں کہیں اختصار سے اور کہیں تفصیل سے عام طور پر مل جاتے ہیں۔ بیسویں صدی میں سیتا پور کی تاریخ کا ذکر اگر کسی جائزے کا موضوع بنا تو یہی گزٹیئر اس کا ماخذ بنے۔ دیگر مطبوعہ تصانیف میں سیتا پور کی تاریخ کا ایک بہت سرسری جائزہ نادم سیتاپوری نے اپنی ایک تصنیف ''فورٹ ولیم کالج اور مولوی اکرام علی'' [4] میں بطور مقدمہ تحریر کیا، یا رجالِ سیتا پور سے متعلق ایک نہایت ضخیم تالیف ''شجرات طیبات'' [5]، مولفہ سید ظہور الحسن فروغ سیتاپوری خاصی اہم ہے، جو سیتاپور کے مسلمان

Marfat.com

خاندانوں کے بارے میں مفصل معلومات فراہم کرتی ہے۔

ان سب سے قطع نظر سیتاپور اور اس کی علمی و تمدنی تاریخ پر ایک بہت مبسوط اور معلوماتی تصنیف سید محمد اکبر عادل سیتاپوری نے ''تاریخ سیتاپور'' کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں ۱۹۴۹ء میں مکمل کی، جسے ایک لحاظ سے ضلع سیتاپور کا تمدنی، علمی اور سوانحی قاموس کہنا زیادہ مناسب ہے۔ افسوس کہ یہ ضخیم تالیف تا حال غیر مطبوعہ ہے اور نادم سیتاپوری مرحوم کے ذاتی ذخیرے میں ان کے فرزند ڈاکٹر عابد اظہر، پروفیسر شعبۂ حیاتی کیمیا، جامعہ کراچی کی ملکیت میں محفوظ ہے۔

علمائے سیتاپور کے تعلق سے ایک تذکرہ ''سیر العلماء: علمائے ضلع سیتاپور کے مختصر حالات'' حکیم محمد بہاء الدین صدیقی گوپاموی نے ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء میں تحریر کیا تھا[۶]، جس میں فاضل مولف نے دیباچے میں ان مآخذ کی فہرست بھی درج کی، جنھیں اس تذکرے کی تالیف میں استعمال کیا گیا۔ اس تذکرے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مصنف نے اس میں اپنے اجداد کے ذکر میں جانب دارانہ رویہ روا رکھا تھا اور سیتاپور کے متعدد علماء کا ذکر اس میں مصلحتہً شامل نہ کیا، چناں چہ اس خلا کو پر کرنے کے لیے زیر نظر تذکرے کے مؤلف نے اپنا یہ تذکرہ مرتب کرنا ضروری سمجھا[۷]۔

اس تذکرے کے مؤلف قاضی سید الیاس حسین جعفری، ساداتِ جعفری سیتاپور کے ایک ممتاز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مورثِ اعلیٰ نے مخدوم الملک سلطان ابراہیم شرقی (۱۴۰۱ء۔۱۴۴۰ء) کے زمانے میں ترکِ وطن کر کے رائے بریلی کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ/اکتوبر ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے اور قیام زیادہ تر خیرآباد میں رہا۔ والد کا نام سید ابرار حسین تھا۔ مسماۃ عزیز فاطمہ بنت قاضی اظہر حسین سے نکاح ہوا تھا لیکن وہ ۱۸۹۹ء میں لاولد فوت ہوگئیں۔ قاضی صاحب نے دوبارہ عقد نہ کیا اور تنہا زندگی بسر کی[۸]۔ مدرسۂ نیازیہ اسلامیہ خیرآباد میں ۱۹۲۲ء میں فارسی کے مدرس کی حیثیت سے منسلک ہوئے اور تا عمر یہ تعلق قائم رکھا[۹]۔ خوش اوصاف اور پسندیدہ اخلاق کے حامل تھے اور ذاتی وصفاتی خوبیوں نے ان کی شخصیت میں کشش پیدا کر دی تھی[۱۰]۔ علم وادب اور تصنیف وتالیف کا بے حد شوق تھا اور وہ عمر بھر اسی شغف میں منہمک رہے۔ تالیف کے ساتھ ساتھ نقل نویسی کا بھی شوق تھا چناں چہ متعدد مجموعے اور بیاضیں تسکینِ ذوق اور استفادے کے لیے نقل کر رکھی تھیں[۱۱]۔ ریاض خیرآبادی (۱۸۵۳ء۔۱۹۳۴ء) کی مصاحبت اور قربت حاصل تھی اور ایک عرصے تک ان ہی کے ساتھ مکین رہے۔ تقسیم ہند کے پر

Marfat.com

آشوب عرصے میں مئی ۱۹۵۰ء میں قصبہ باڑی سے سدھولی (سیتاپور) کے لیے روانہ ہوئے تھے کہ راستے میں کہیں لاپتہ ہوگئے اور پھر ان کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔

ریاض خیرآبادی سے انھیں جو محبت وانسیت رہی اس کا اظہار ریاض خیرآبادی پر ان کی ایک مختصر تصنیف ''سوانح حیات ریاض احمد صاحب ریاض خیرآبادی'' سے ہوتا ہے، جو انھوں نے ریاض کے انتقال کے بعد ۱۹۳۵ء میں تحریر کی تھی۔ یہ ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکی۔ ایک عرصے بعد نادم سیتاپوری نے اسے ایک مختصر تعارف اور حواشی کے ساتھ مرتب کر کے شائع کیا[۱۲]۔ اس تصنیف کے علاوہ، انھوں نے تصنیف و تالیف کے اپنے مشغلے کے تحت جو تحریریں یادگار چھوڑی ہیں، ان میں ان کے وہ مقالات ہیں، جو وہ مختلف علمی و ادبی مجلوں میں شائع کراتے رہے۔ ایسے دستیاب مقالات کو زیر نظر تذکرے کے آخر میں بطورِ ضمیمہ یکجا کر دیا گیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق انھوں نے ''انسابِ سادات نیشاپوری سیتاپور'' کی تصحیح بھی کی تھی[۱۳]، اور ۱۹۴۳ء میں ''اپنی کہانی، اپنی زبانی'' کے عنوان سے اپنی یادداشتیں بھی مرتب کی تھیں، جن سے ڈاکٹر احراز نقوی اور نادم سیتاپوری نے مختلف مقامات پر استفادہ کیا۔ یہ تصنیف کم از کم ۲۰۶ صفحات پر مشتمل تھی[۱۴]۔ لیکن نہ یہ شائع ہوئی نہ اب اس کے مسودے کا کوئی پتہ چلتا ہے۔

ریاض خیرآبادی پر مذکورہ تصنیف کے علاوہ زیر نظر تذکرہ کا مخطوطہ بھی نادم سیتاپوری کی ملکیت میں تھا۔ جسے مرحوم نے اپنے انتقال سے قبل قبلہ گرامی حکیم محمود احمد برکاتی صاحب کی نذر کر دیا تھا، جسے ڈاکٹر برکاتی صاحب نے اس عاجز کو تحفتہً مرحمت فرما دیا ہے۔ اب یہ راقم الحروف کے ذخیرۂ مخطوطات میں محفوظ ہے اور اب تعلیقات اور ضمائم کے اضافے کے ساتھ منظر عام پر آ رہا ہے۔ یہ مخطوطہ ناقص الاوسط ہے اور مولوی شیخ اکرام علی کے ذکر پر مشتمل متن کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ نشاندہی متن کے متعلقہ مقام پر کر دی گئی ہے۔

اس تذکرے کا ایک اور نسخہ ڈاکٹر احراز نقوی مرحوم (لاہور) کی ملکیت میں تھا[۱۵]، جو زیر نظر نسخے سے مختلف معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ڈاکٹر احراز نقوی نے اس کے ناقص الاوسط ہونے کا ذکر نہیں کیا، بلکہ لکھا ہے کہ اس میں مولوی شیخ اکرام علی کا تذکرہ ''سب سے زیادہ اور تفصیلی'' ہے۔ اس تذکرے کے مصنف، ڈاکٹر احراز نقوی کے عم بزرگوار تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا کتب خانہ ایک عرصے تک ڈاکٹر احراز نقوی کے استفادے میں رہا[۱۶]۔ راقم الحروف نے ان کی بیگم ڈاکٹر میمونہ انصاری (لاہور) سے بالواسطہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، ڈاکٹر آغا سہیل اس ضمن میں ضروری معلومات کے

Marfat.com

لیے رجوع کیا تھا، لیکن محترمہ سے کوئی تعاون نہ مل سکا۔ اب ڈاکٹر میمونہ انصاری بھی ۲۰۰۳ء میں انتقال فرما گئیں۔ افسوس کہ اس کتب خانے اور مذکورہ تصانیف ''اپنی کہانی اپنی زبانی''، ''انساب سادات نیشاپوری سیتاپور'' اور اس تذکرے کے دوسرے نسخے کی بابت کوئی علم نہیں کہ یہ اب سب کہاں ہیں؟

زیرِ نظر تذکرے کا مخطوطہ خستہ اور بوسیدہ حالت میں ہے اور منتشر اوراق کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک سادہ رجسٹر میں سلائی کے ذریعے اس طرح جوڑا گیا ہے کہ ہر ایک دو ورق کے بعد رجسٹر کا سادہ ورق مخطوطے کے بوسیدہ اوراق کی حفاظت کر سکے۔ اوراق کی جسامت بھی مختلف ہے، مثلاً ۲۰x۲۸، ۱۷x۲۱، ۱۸x۲۴، ۱۴x۳۱ وغیرہ۔ کاغذ زردی مال بوسیدہ ہے اور روشنائی سیاہ استعمال کی گئی ہے لیکن سرخیاں شنگرفی روشنائی سے لکھی گئی ہیں۔ کتابت دو مختلف کاتبوں نے کی ہے۔ جن میں ایک کا قلم پختہ ہے۔ سطروں کی تعداد اور قلم کے حجم میں بھی فرق ہے۔ کل اوراق ۲۰ اور صفحات ۴۰ ہیں۔

راقم الحروف نے تذکرے کی ترتیب میں قدرے تبدیلی کی ہے۔ ''علمائے شیعہ'' کا احوال مصنف نے تذکرے کے آغاز میں شامل کیا تھا، اسے مختصر ہونے کی وجہ سے آخر میں شامل کیا گیا ہے۔ ضمائم کے تحت وہ مضامین یکجا کر دیے گئے ہیں، جو مصنفِ تذکرۂ ہذا نے مختلف رسائل میں شائع کرائے تھے۔ ان سب کا تعلق سیتا پور کے اکابر علم و ادب سے ہے۔ آخر میں متن کے تعلق سے تعلیقات کا اہتمام راقم الحروف کی کاوش ہے۔ ضمائم کے تعلق سے تعلیقات کے اہتمام کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ متن میں جو مقامات نقطے ڈال کر خالی چھوڑ دیے گئے ہیں، وہاں الفاظ پڑھے نہ جا سکے یا کاغذ کی بوسیدگی کے باعث ضائع ہو چکے ہیں۔

تذکرہ کا مخطوطہ عنایت فرمانے پر راقم الحروف مخدومی و گرامی حکیم ڈاکٹر محمود احمد برکاتی صاحب دام برکاۃ کا بے حد ممنون ہے اور ''شجراتِ طیبات'' اور ''تاریخ سیتا پور'' سے استفادے کا موقع فراہم کرنے پر ڈاکٹر عابد اظہر صاحب، پروفیسر شعبۂ حیاتی کیمیا، جامعہ کراچی کا شکر گزار ہے۔ ضمیموں میں شامل مضامین کا حصول ''خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری'' پٹنہ (بھارت) کے ذخیرے سے ناظم کتب خانہ جناب حبیب الرحمٰن چغانی صاحب کے تعاون کے باعث ممکن ہو سکا۔

معین الدین عقیل

۱۸ر فروری ۲۰۰۴ء

بی، ۱۵/۲۱۵،

گلستانِ جوہر، کراچی ۷۵۲۹۰

Marfat.com

حواشی

۱ "Gazetteer of Oudh" جلد سوم، عکسی اشاعت، دہلی، ۱۹۹۳ء، ص ۳۵۵۔

۲ "Imperial Gazetteer of India, Provincial Series: United Provinces of Agra and Oudh" جلد دوم، عکسی اشاعت، دہلی ۱۹۷۹ء، ص ۳۵۰

۳ فیرار، ایم۔ آئی (Ferrar M.I.) " The Regular Settlement and Assesment of the District of Sitapur in the Province of Oudh." (لکھنؤ، ۱۸۷۵ء) ص ۱۰۲، ۱۲۶ و نیز سی۔ اے۔ بیلی (C.A. Bayly)، "Rulers, Townsmen and Bazars." (کیمبرج، ۱۹۸۳ء) ص ۳۵۵۔۳۵۶

۴ مطبوعہ، لکھنؤ، ۱۹۵۹ء۔

۵ مطبوعہ، سیتاپور، ۱۹۱۶ء۔

۶ مطبع وحیدی، ٹیکارپور (کانپور)۔

۷ ایک روایت کے مطابق مصنف ہذا نے طباعت کے وسائل محدود ہونے کے باعث اس تذکرے کا مسودہ اشاعت کی غرض سے حکیم محمد بہاالدین صدیقی کو بھیجا تھا، لیکن حکیم صاحب نے کوئی پیش رفت نہ کی۔ بحوالہ احراز نقوی، مقدمہ، ''اخوان الصفا'' مصنفہ: شیخ اکرام علی (لاہور، ۱۹۶۶ء) ص ۸ ح

۸ ''شجرات طیبات'' ص ۸۷۷

۹ نادم سیتاپوری ''ریاض خیرآبادی کی پہلی سوانح حیات'' مشمولہ ''ماہ نو'' (کراچی)، اگست، ۱۹۷۱ء، ص ۴۸

۱۰ سید محمد صدیق خیرآبادی ''دارالخیر خیرآباد'' (کراچی، ۱۹۷۶ء) ص ۴۰

۱۱ نادم سیتاپوری اور احراز نقوی نے اپنی تحقیقات میں ان سے خاطر خواہ استفادے کا اعتراف کیا ہے۔ علی الترتیب ''فورٹ ولیم کالج اور مولوی اکرام علی'' (لکھنؤ، ۱۹۵۱ء) ص ۱۴۔۱۵؛ مقدمہ ''اخوان الصفا'' ص ۸

Marfat.com

۱۲ "ماہِ نو" اگست ۱۹۷۱ء، ص ۴۸-۵۸

۱۳ "شجراتِ طیبات" ص ۸۵۴

۱۴ سید محمد اکبر عادل "تاریخ سیتاپور" قلمی، حصہ دوم، باب: "شعرائے سیتاپور" (مسودے پر صفحات نمبر درج نہیں)۔

۱۵ مقدمہ، تصنیف مذکور، ص ۸

۱۶ ایضاً، ص ۷ ح

Marfat.com

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم
چناں کہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

مولوی عظمت اللہ بیگ صاحب

چغتائی مغلوں سے تھے۔ سیتاپور کے محلہ کوٹ پر رہتے تھے۔ اپنے زمانہ کے عالموں سے عربی نصاب ختم کیا تھا۔ حنفی مذہب تھے اور گمنامی اور خاموشی پسند تھے۔ تنہائی اور عزلت گزینی میں زندگی بسر کر کے سفرِ آخرت کیا۔ ایک مختصر کتاب بزبان ہندی نظم کی تھی، جس میں نماز و روزہ وطہارت وغیرہ کے لیے فقہِ حنفی کے مطابق منظوم (کی تھی)۔ یہ کتاب شائع نہ ہو سکی۔[1] آپ تیرھویں صدی (ہجری) کے شروع میں تھے۔ اس سے زیادہ آپ کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

Marfat.com

مولوی قاضی منشی سید احمد حسین صاحب

جناب قاضی سید غلام حسین صاحب حنفی، چشتی، مادری کے فرزند رشید اور سیتاپور کے محلہ قضیارہ میں رہتے تھے۔ آپ کا آبائی نسب بوسیلۂ حضرت سید شاہ فتح اللہ صاحب المکنی بہ سید ابوالفتح المعروف بہ شیخ فتن بانی محلہ سرائے فتن سیتاپور و حضرت مخدوم سید شاہ عادل الملک (قدس اللہ سرہ) صاحب ولایت رائے بریلی کے، حضرت محمد ابن امام جعفر صادقؓ پر ختم ہوتا ہے۔ اور قادری نسب سید محمد عارف صاحب حنفی، رضوی، زید پوری (مولف ''رسالہ فرحت فزا'') ساکن سیتاپور محلہ قضیارہ کے وسیلہ سے حضرت امام موسیٰ رضاؒ پر ختم ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت کے متعلق اسی قدر معلوم ہو سکا ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہوئی تھی۔ سنت نبوی اور اسلاف کرامؒ کے طریقہ کے مطابق چار برس چار مہینے کے بعد آپ کی بسم اللہ ہوئی۔ اس کے بعد طفولیت کا زمانہ آپ نے وطن میں گزارا...... یہیں ملاؤں کے مکتبوں میں قرآن شریف ختم کیا اور اس وقت کے دستور اور ابتدائی نصاب کے مطابق فارسی کی ابتدائی درسی کتابیں بھی پڑھیں اور لکھنے کی مشق بھی فرماتے رہے۔ سن شعور پر پہنچے تو علم کی طلب نے ترک وطن پر مجبور کیا۔ لکھنو تشریف لے گئے۔ وہاں کے شہور عالموں کی خدمت مبارک میں...... عربی حرف و نحو، فقہ، حدیث، تفسیر، تاریخ، کلام، منطق، ادب، مناظرہ، ریاضی، ہیئت، اقلیدس وغیرہ اس زمانہ کے نصاب کے مطابق ختم کر کے فراغت حاصل کی۔ منجملہ دیگر باکمال اساتذہ کے جن کی خدمت شریف میں رہ کر آپ کو زیادہ فیض حاصل ہوا وہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے مشہور شاگرد مولانا مولوی امام الدین صاحب المتخلص بہ امام (ابن حضرت شیخ شاہ غلام احمد الدین احمد ابن حضرت اوحد شاہ المعروف بہ مولوی بدرالدین مہی، چشتی، صدیقی، قادری، حنفی، رہتکی) ہی تھے، جو علوم مندرجہ بالا میں کامل اکمل ہونے کے علاوہ فارسی زبان کے بھی بے مثل ادیب اور شاعر تھے اور عربی، نستعلیق،

Marfat.com

شفیعہ، شکستہ خطوں کے خوش نویس بھی اور عامل اور ذاکر اور شاغل بھی۔ انھیں سے فارغ التحصیل ہو جانے کے بعد آپ نے قادری اور چشتی سلسلہ میں بیعت بھی کی تھی اور مجرب عمل اور ذکر و شغل کے قاعدے بھی سیکھے تھے۔ اور چند عمل وغیرہ خاندانی عالموں مثل سید غلام اولیاء[2] (نبیرۂ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب بانسویؒ) وغیرہ سے۔ اور بعض ریاضت و مجاہدے کے طریقے اور صوفیوں سے۔ مولانا سے مسبوق الذکر آپ کو اپنی اولاد کے برابر سمجھتے تھے۔ ان کی شفقت تا حیات کم نہ ہوئی۔ آپ زیادہ تر انھیں سے مسائل دریافت کرتے تھے اور بعض اہم معاملات میں انھیں سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

فارسی انشاء و املا و ادب، عروض و قافیہ کی کتابیں مشہور استاد مرزا قتیل لکھنوی[3] اور مولانا محمد فائق صاحب فائق[4] (مولف کتاب ''مخزن الفوائد''[5] و ''انشائے فائق''[6]، صاحب ''دیوان فائق''[7] وغیرہ) سے بھی پڑھی تھیں اور چند کتابیں مولوی قائم علی[8] صاحب لکھنوی اور مختلف استادوں سے۔ خداداد ذہانت اور طبعی شوق اور استادوں کی توجہ و شفقت سے آپ کو ان علوم میں بھی بہت جلد کمال حاصل ہو گیا۔ جس استاد کی...... صحبت میں حاضر ہوتے وہ آپ کی سعادت اور خدمت گزاری کی وجہ سے آپ کو نہایت توجہ سے تعلیم دیتا تھا۔ ان علوم میں پوری مہارت حاصل ہو جانے کے باوجود بھی تا زندگی علم کا شوق کم نہ ہوا۔ جہاں آپ سنتے کہ کوئی کسی علم و فن کا استاد آیا ہے، فوراً اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مستفیض ہو کر واپس ہوتے۔ سفر و حضر میں بھی آپ کا یہی حال تھا۔

ان علوم میں فراغت حاصل ہونے کے بعد آپ لکھنو کے دارالانشاء بادشاہی میں ملازم ہوئے اور اس خوش اسلوبی اور تن دہی اور دیانت و مستعدی سے امور متعلقہ کو انجام دیا کہ تمام اہل دفتر آپ کی لیاقت اور اخلاق حمیدہ کے گرویدہ ہو گئے۔ ملازمت کی وجہ سے آپ کا قیام سیتاپور میں کم رہتا تھا۔ لکھنو اور سیتاپور میں بھی آپ اپنی فرصت کے اوقات کتب بینی اور اہل علم کی صحبت میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کو سوائے مشاغل علمیہ کے اور کوئی شغل پسند ہی نہ تھا۔ سیتاپور کے قیام کے دنوں (میں) اکثر فقہی اور علوم کے شائق لوگوں کو بلا معاوضہ عربی، فارسی، ادب، خوش نویسی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک نوجوان مسلمان سپاہی نے آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر بہ منت و سماجت عرض کیا کہ مجھے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ[9] کی مثنوی[10] پڑھا دیجیے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اس مثنوی میں بڑا جذب واثر ہے۔ اکثر اس کے پڑھنے

Marfat.com

والے تارک الدنیا اور صحرا نشین ہو جایا کرتے ہیں۔تم اہل و عیال رکھتے ہو، سے نہ پڑھو۔ کوئی اور کتاب پڑھو۔مگر جب اس نے بہت اصرار کیا تو آپ نے اسے یہ کتاب شروع کرائی۔کتاب ختم ہونے سے پہلے ہی اس پر جذب ظاہر ہونے لگا۔ بالآخر وہ مجذوبوں کی طرح گلیوں میں مارا مارا پھرنے لگا۔مثنوی کے اشعار پڑھتا اور وجد کرتا۔آخر اسی حالت میں وہ واصل بحق ہو گیا۔

۱۲۴۵ھ ہجری میں بادشاہی اعلی منصب داروں کی کوشش سے نصیر الدین حیدر بادشاہ[11] نے...... آپ کو نمکہار[12] کا قاضی مقرر کیا اور جاگیر اور وظیفہ بھی۔اور اس کی اطلاع درباری عاملوں،......، منصرموں، تحصیل داروں اور زمین داروں، تعلق داروں کو کردی گئی تاکہ کوئی آپ کے حقوق مقررہ میں کسی طرح کی مزاحمت نہ کر سکے۔بادشاہ خود بھی رافضی تھا اور دربار میں زیادہ تر اعلیٰ منصب دار بھی اسی مذہب کے تھے۔لیکن آپ پر ان کی دن رات صحبتوں کے باوجود مطلق اثر نہ پڑا۔ بڑے بڑے شریر و سرکش آپ کے اخلاق حمیدہ اور انکسار کے باعث آپ سے عاجزانہ پیش آتے تھے۔جس قدر آپ کو عروج حاصل ہوتا گیا اسی قدر آپ کی فروتنی و خاکساری میں نرمی ہوتی گئی۔ بلا ضرورت کسی امیر کے یہاں نہیں جاتے، نہ کسی کی چاپلوسی کرتے۔خلاف شرع مراسم سے نفرت تھی۔اکثر خاندانی مسرفانہ رسموں کو بند کر دیا تھا...... بات نہ مانتے چاہے وہ کوئی ثقہ عالم بیان کرتا یا صوفی صافی۔عادات، اخلاق، شکل و شمایل میں آپ اپنے اسلاف کا پورا نمونہ تھے۔بہت ہی باحیا، نفیس مزاج، سنجیدہ طبیعت، باوضع بزرگ تھے۔خود کبھی وعظ نہیں کیا اور بہت ہی محتاط ہونے کی وجہ سے کسی فتوے پر دستخط بھی نہیں کیے۔مذہبا حنفی تھے اور عقیدۃ اشعری آپ کے اسلاف میں بھی سب ہی حنفی ہوتے چلے آرہے تھے۔مناظرہ سے آپ کو دلچسپی نہ تھی۔مگر جو کوئی الجھتا تو سپر بھی نہ ڈالتے تھے۔یتیموں، غریبوں، لاوارثوں، مسافروں، ہمسایوں کی دستگیری فرمایا کرتے تھے۔روزانہ تہجد سے فجر تک تلاوت قرآن شریف، ذکر، شغل میں مصروف رہتے تھے۔اشراق و چاشت کی نمازوں کے بعد دنیاوی ضرورتوں کی فراہمی میں مصروف ہو جاتے تھے۔نہ کبھی نمازیں قضا کیں، نہ روزے ترک کیے۔نہ اپنے معمولات میں فرق آنے دیا۔

آپ نے عربی، فارسی، اردو کی نایاب کتابیں بھی جمع کی تھیں، جن میں اکثر خود آپ کی لکھی ہوئی موجود ہیں۔چند بیاضوں میں عربی، فارسی، اردو، ہندی (تحریریں)، مجرب اور مفید نسخے اور عمل، تعویذ، دعائیں اور

Marfat.com

ضروری مسائل وغیرہ درج ہیں۔ جن سے آپ کی معلومات کی وسعت، علمی ذوق، سخن فہمی، خوش نویسی کا کمال بخوبی واضح ہے۔

۱۲۴۰ھ میں اپنے ہم سبق اور پرانے دوست مولوی شیخ فضل امام (ابن شیخ محمد اسلم بن قاضی ہیبت اللہ) فاروقی بہرائچی کے اتفاق سے ایک کتاب ''فتاوے قرۃ العین لقرآن السعدین'' بزبان فارسی تالیف کی۔ اس میں ان دونوں حضرات کی طرف سے سوالات ہیں اور مولانا مولوی امام الدین صاحب کی طرف سے جواب۔ یہ کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ اس میں یہ مسئلے درج ہیں: حکم رویت ہلال عید قربان، اذان کے وقت آنحضرتؐ کا مبارک نام سن کر ناخنوں کو چومنا۔ نفلوں میں سجدہ سہو کا مسئلہ۔ فرض وسنت کے درمیان بات چیت، گوبر کا مسئلہ، آنحضرتؐ کے روضہ مبارک کی شکل کی اور آپ کے موئے مبارک اور قدم شریف کی تعظیم اور دیگر اماموں کے آثار کی حرمت کا حکم۔ کعبہ شریف کے غلاف اور بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم اور اولیائے کرام کے مزارات کے طواف کا مسئلہ، نوکری مسلم فاسق واہل کتاب، فضیلت ملائکہ بر بشر، بیع ورہن آدمی، سو برس کے لیے ٹھیکے کا حکم، گراں فروشی کے لیے غلہ بند رکھنے کا مسئلہ، وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالوں سے سائلوں کو علمی لیاقت اور مجیب کی وسعت نظری، اعتدال پسندی، تحقیق بخوبی واضح ہے۔

اسی سال مولوی سید مشرف علی سیتاپوری شیعہ گر[۱۳] رافضی المذہب نے ایک کتاب میں حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ پر اعتراضات کیے اور بعض مسائل حنفیہ پر بھی نکتہ چینی کی اور بغرض جواب مولانا امام الدین صاحب کی خدمت میں روانہ کیا۔ مولانا سے ممدوح نے اس ناپاک دفتر ولاطایل سوالوں کے جواب سے انجماض فرمایا اور تضیع اوقات سمجھی۔ اس نے مشہور کر دیا کہ مولوی صاحب میرے اعتراضوں کے جواب دینے سے عاجز ہیں۔ مولوی صاحب ممدوح کے چند شاگردوں نے اس کے سوالوں کا ایسا مدلل اور دندان شکن جواب دیا کہ اس شیعہ گر کو نہایت ہی خجالت وپشیمانی نصیب ہوئی اور متحیر ومبہوت ہو کر رہ گیا ع

خود آپ اپنے جال میں صیاد پھنس گیا

ان جواب دینے والے شاگردوں میں آپ بھی شامل تھے۔

آپ نے ایک مختصر ساجمعہ کا خطبہ بھی لکھا تھا، جس کے درمیان فارسی اشعار بھی درج ہیں۔ آخر میں آپ کو سل اور دق کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ یہی آپ کی وفات کا باعث ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال سے متجاوز ہو کر ۵۰ کے قریب پہنچ رہی تھی۔ کسی علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا، قوت گھٹتی گئی۔ وفات سے

Marfat.com

۱۵ دن پہلے آپ کے دل سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا بلند ہونے لگی تھی۔ آپ کے اکثر عزیزوں اور دوستوں نے آپ کے دل کے پاس کان لگایا تو یہ معلوم ہوا کہ جیسے کوئی پانچ برس کا بچہ کلمہ طیبہ صاف صاف پڑھ رہا ہے۔ آخر اسی حالت میں نہایت ہوش وحواس کے عالم میں کلمہ اور استغفار پڑھتے ہوئے اپنے والدین کے سامنے دنیا سے انتقال کر کے جنت الفردوس کو تشریف لے گئے۔ شب چہار شنبہ ۱۵/ رجب ۱۲۵۸ھ میں یہ سانحہ ظہور میں آیا۔ آپ کے والد صاحب نے وفات سے دوسرے روز اپنے لائق وفائق سعید ورشید فرزند کو خاندانی قبرستان مولانا شاہ کے تکیہ میں سپرد خاک کیا۔

Marfat.com

مولوی سید احمد صاحب عرف چندہ

سید آل محمد صاحب مرحوم (ابن مولوی منشی سید اکبر علی[14] صاحب مرحوم حنفی، نقوی، قادری، آملی، آنوی، مورخ ونساب سیتاپور) ساکن سیتاپور محلہ قضیان کے چھوٹے بیٹے اور قاضی حسین علی صاحب فاروقی پینتے پور[15] کے نواسے اور مولوی قاضی منشی سید الطاف حسین صاحب[16] کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ یکم رمضان شریف ۱۳۲۰ ہجری روز دوشنبہ کو بمقام قصبہ باڑی (تحصیل سدھولی[17]) پیدا ہوئے۔ ابھی ایک سال ہی کے تھے کہ شفیق باپ کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا۔ اپنی والدہ ماجدہ اور بڑے بھائی مولوی فاروق احمد کی کفالت وسرپرستی میں پرورش وتعلیم پائی۔ پہلے حافظ علی حسن صاحب سیتاپوری سے قرآن شریف پڑھا، اس کے بعد سرکاری مدرسہ میں داخل ہوئے۔ چند روز اردو وغیرہ پڑھتے رہے۔ اس کے بعد سیتاپور کے اسلامی مدرسہ میں داخل ہوکر اردو وغیرہ پڑھی۔ انھیں دنوں کاتب الحروف سے فارسی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور اردو املے کی مشق بھی کی۔ اس کے بعد کانپور کے مدرسہ جامع العلوم میں عربی پڑھی۔ وہیں سے دیوبند چلے گئے اور وہاں (کے) مشہور عربی مدرسہ میں داخل ہوکر عربی درسیات کا نصاب ختم کر کے سند حاصل کی۔ وہاں سے دہلی آکر جامعہ ملیہ میں بہت تھوڑی مدت پڑھ کر ڈھاکہ، بجنور، لکھنو، بارہ بنکی، سیتاپور وغیرہ کے اسلامی مدرسوں کی مدرسی کرتے رہے۔ ان دنوں اپنی سسرال قصبہ کرسی[18] میں کپڑے کی تجارت کرتے ہیں۔ ان کا حافظہ قوی اور ذہن تیز اور دماغ بھی اچھا ہے۔ لیکن ان کے علم سے کوئی خاص فائدہ وطن، قوم، مذہب کو نہیں پہنچا۔ نہ وعظ سے نہ تالیف وتصنیف سے، اول تو فکر معاش دامن گیر رہے، دوسرے اس قسم کے کاموں کی طرف ان کی طبیعت کو مناسبت بھی نہیں ہے۔ شاید آئندہ زمانہ میں تبلیغ کی طرف متوجہ ہوں۔

Marfat.com

مولوی حاجی ہادی علی خاں صاحب

ان کا پورا نام غلام محمد ہادی علی خاں تھا اور عرف ہادی علی خاں۔ ان کے والد، حکیم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ[19] کے ناظم اور کشمیری الاصل تھے۔لکھنو میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ یہ ۱۲۵۶ ہجری میں سیتاپور کے مقام عالم نگر میں پیدا ہوئے۔ معتبر لوگ بیان کرتے تھے کہ ان کی پیدائش کے دن ان کے والد نے انتہائی مسرت میں ایک لاکھ روپیہ صرف کیا تھا۔ شکل و شباہت میں یہ اپنے والد سے بہت ملتے جلتے تھے۔مولانا مولوی عبدالرزاق صاحب لکھنوی فرنگی محلی؂[20] کے شاگرد اور حافظ محمد علی شاہ صاحب عرف حافظ محرم علی شاہ صاحب خیرآبادی[21] کے مرید تھے۔اور دوبارہ حافظ صاحب موصوف کے حقیقی بھتیجے حافظ محمد اسلم صاحب؂[22] سے تجدید بیعت کی تھی اور خاندان چشتیہ میں بیعت لینے کی اجازت بھی حاصل کی تھی۔ مذہباً حنفی تھے لیکن تفضیل کی طرف مائل۔ میلاد شریف اور محرم کی مجلسیں بہت صاف اور سلیس بیان کرتے تھے۔ اسلامی کاموں میں پورا حصہ لیتے تھے۔ تخمیناً ۵۰ سال تک عیدوں میں سیتاپور کے سنی مسلمانوں کے امام رہے۔ عالم نگر کی جامع مسجد کے بھی یہی امام تھے۔ یہاں کے زمین دار بھی یہی تھے۔ رمضان کے آخر عشرہ میں اعتکاف میں بھی بیٹھتے تھے۔ محرم کی عزاداری میں انھیں بہت ہی انہماک تھا۔ ان مراسم میں ان کی مصروفیت جاہل عزاداروں کے لیے سند ہو گئی محفل سماع میں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔سیتاپور اور اکثر مقاموں میں ان کا بڑا اثر اور رسوخ تھا۔ ان کی تالیفات میں ترجمہ کتاب ''وسیلۃ النجات''[23] ہے۔ اور حافظ صاحب ممدوح الصدر کی سوانح عمری ''مناقب حافظیہ''[24] اور محرم کی ''دہ مجلس''[25] اور ربیع الاول کے لیے ''دوازدہ میلاد'' بہت مشہور ہیں، جو شائع ہو چکی ہیں۔ مجلس اور میلاد کی کتابوں کے اکثر مضامین سے محققین علماء کو اختلاف ہے۔

ایک صندل بھی نظم کیا ہے جو حافظ محمد اسلم صاحب؂ موصوف کے عرس میں گایا جاتا ہے۔ جس (کے)

129523

Marfat.com

تین (شعر) درج ذیل ہیں:

یہ صندل ہے اسلم شہِ اولیاء کا
سہارا ہے ہادی ولی ہے خدا کا
مزار مبارک ہے یا طورِ سینا
ویا کعبۂ دل ہے اہل صفا کا
نظر لطف کی ہادی زار پر کر
جو خوگر ہے تیرے کرم اور عطا کا

۹۲ برس کی عمر میں بمقام لکھنؤ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۸ ہجری مطابق ۲۳ راگست ۱۹۲۹ء یوم جمعہ کو وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے [۲۶]۔

Marfat.com

مولوی قاضی منشی سید الطاف حسین صاحب

مولوی منشی سید اکبر علی صاحب نقوی، آملی، حنفی، قادری، آٹوی، مورخ و نساب سیتا پور ساکن سیتا پور محلہ قصیان کے بڑے صاحب زادے اور مولوی قاضی منشی سید احمد حسین صاحب واصف الصدر کے نواسے اور حکیم شیخ وزیر علی صاحب فاروقی ساکن قصبہ لاہر پور[27] محلہ میران ٹولہ کے داماد اور سیتا پور کے سینوں کے قاضی تھے آپ کا آبائی نسب حضرت سید شاہ سلطان صاحب ولایت قصبہ آٹ[28] (تحصیل مصر یکھ) کے ذریعہ سے حضرت جعفر امام علی نقیؑ پر ختم ہوتا ہے۔ یوم دوشنبہ وقت شب ۱۵ر صفر ۱۳۱۸ ہجری میں آپ شبستان عدم سے گلشن ہستی میں تشریف لائے۔ ۴ برس اور چار مہینے کی عمر میں سنت نبویؐ اور اسلاف کے دستور کے مطابق آپ کی بسم اللہ ہوئی۔ بسم اللہ کے بعد اول الف با اور قرآن شریف یہیں کے قدیمی مکتبوں کے مولویوں سے ختم کر کے اس وقت کے نصاب کے موافق ابتدائی فارسی اردو یہیں کے معلموں سے پڑھتے رہے اور اپنے خاندانی بزرگ مولوی حاجی منشی سید عبدالکریم صاحب سے بھی مستفیض ہوتے رہے[1] (انہوں نے اپنی کل عربی فارسی کتابیں ان کو دے دی تھیں۔ مصنف) اور اپنے نانہالی بزرگ اور سیتا پور کے بہت مشہور خوش نویس اور منشی سید امیر علی صاحب سے بھی بعض فارسی کتابیں پڑھیں اور نستعلیق خط کی مشق بھی کی۔ اس کے بعد تھوڑے دنوں گورنمنٹ ہائی اسکول سیتا پور میں وہاں کے نصاب کے مطابق حساب اور اردو، فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ان دنوں اس مدرسہ میں علاوہ دیگر مدرسوں کے دو مدرس مولوی واجد علی صاحب اور مولوی عبدالرزاق صاحب فارسی میں کافی استعداد رکھتے تھے اور نستعلیق خط کے خوش نویس بھی تھے۔

روز بروز آپ کا شوق تحصیل علم بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ یہاں کے استادوں سے کافی استعداد حاصل کرنے کے بعد آپ خیر آباد کے محلہ میاں سرائے کی قدیمی عربی درس گاہ میں جناب مولوی مولانا حافظ سید نبی بخش صاحب رضوی[29] مفتی خیر آباد کی خدمت میں حاضر ہو کر عربی شروع کی اردو و فارسی کے مشہور سحر نگار نثار اور فصیح البیان شاعر منشی شیخ مصطفیٰ حسین صاحب بلہوری سے فارسی کی انتہائی کتابیں پڑھیں اور فارسی ادب وانشاء واملا کے اصول سیکھے اور فارسی نثر نویسی کی اصلاح لی[2] (منشی صاحب موصوف فارسی نظم میں شاعر اور فارسی نثر اور

Marfat.com

اردو نظم میں راسخ تخلص کرتے تھے اور جناب حکیم سید مشرف حسین صاحب کے یہاں رہتے تھے۔ ان کا کلیات راقم الحروف نے جمع کیا ہے۔ مصنف) منشی ضمیر علی صاحب اور منشی عظیم الدین حسین صاحب کو عربی، نستعلیق لکھنے میں اور مولوی حافظ سید اولاد حسین صاحب کو فقط عربی لکھنے میں اپنا استاد بنایا۔ اور کبھی کبھی خیرآباد کے مشہور نستعلیق نویس منشی بہاری لال صاحب کے یہاں بھی جاتے رہے۔ یہاں سے حسب دل خواہ تعلیم پا کر لکھنو تشریف لے گئے اور مولانا مولوی انور علی صاحب فرنگی محلی کی خدمت میں حاضر ہو کر عربی کی ابتدائی درسی کتابیں پڑھ کر کیننگ کالج میں داخل ہوئے۔ ان دنوں وہاں کے مشہور استاد مولوی محمد فضل اللہ صاحب [۳۰] فرنگی محلی اور مولوی محمد تقی صاحب لاہر پوری اثنا عشری عربی پڑھانے پر مامور تھے۔ اسی کالج میں ان دنوں مولانا مولوی نبی بخش صاحب واصف الصدر کے پوتے مولوی حافظ احمد حسن صاحب بھی پڑھتے تھے۔ فرصت کے وقت فرنگی محل کے مشہور علما مولانا عبدالرزاق صاحب، مولانا محمد نعیم صاحب [۳۱] مولانا عبدالحیٔ صاحب [۳۲] وغیرہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے اور مشہور مناظر مولانا لطف اللہ صاحب [۳۳] وغیرہ اور اکثر کاملین فن کے یہاں بھی۔

یہاں بھی حسب دل خواہ تحصیل علوم سے سیری نہ ہوئی۔ جونپور کے اردو بازار میں مولوی حیدر حسین صاحب وکیل کے عربی مدرسہ میں مولانا مولوی محمد ہدایت اللہ خاں صاحب [۳۴] رام پوری (صدر المدرس) شاگرد مولانا مولوی حافظ فضل صاحب خیرآبادی [۳۵] سے عربی کی منتہی کتابیں شروع کیں۔ وہ نہایت شفقت سے تعلیم دیتے تھے۔ (وہ) جونپور کے اخبار "لمعہ نور" [۳۶] میں اپنے مفید مضامین بھی شائع کراتے تھے۔ لیکن آب و ہوا کی ناموافقیت اور حالات ناسازگار ہونے کے باعث وہاں آپ کا زیادہ قیام نہ ہو سکا۔ وطن واپس آ گئے اور فرصت کے اوقات مولانا مولوی مظہر علی صاحب غازی پوری خیر خواہ سرکار مقیم نئی بستی سیتاپور کے یہاں گزارتے رہے اور شائقین علوم کو فارسی پڑھاتے اور خوش نویسی سکھاتے رہے۔ ایک انگریز کو فارسی زبان کی زبور پڑھائی وہ ان کے طرز تعلیم سے بہت خوش تھا اور ان کی بہت قدر کرتا تھا مولانا صاحب غازی پوری کے یہاں نہایت نایاب کتب خانہ تھا۔ آپ کا علمی شوق دیکھ کر انہوں نے ان سے فرمایا کہ جو کتاب تم پسند کر وہ میں تمہارے نام ہبہ کر دوں۔ لیکن آپ نے کسی نامعلوم وجہ سے انکار فرما دیا۔

جن دنوں منشی نولکشور کے مطبع میں تفسیر "فتح القدیر" چھپ رہی تھی تو اس کی تصحیح کے لیے قابل عربی دانوں کی ضرورت تھی۔ وہاں آپ پہنچے تو منشی مذکور نے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اپنے یہاں رکھ لیا اور کتاب کے ختم ہو جانے پر بھی وہ آپ کا استعفیٰ کسی طرح منظور نہ کرتا تھا۔ تنخواہ میں بھی ترقی کر دی تھی لیکن آپ بعض مجبوریوں کے سبب وہاں نہ رہے اور وطن آ کر مختلف نوکریاں کرتے اور فرصت کے اوقات وعظ و تبلیغ دین و اصلاح مسلمین میں صرف فرماتے رہے۔ جہاں کہیں بھی آپ رہے فرصت کے اوقات خدمت دین و اصلاح مسلمین و تحصیل علوم ہی میں

Marfat.com

صرف فرماتے رہے۔ تحصیل علوم کا شوق تا زندگی ترقی پر رہا، جس سے جو کچھ بھی حاصل ہوسکا، حاصل کیا۔ آپ کے طرز عمل، آپ کے علم وفضل، آپ کے اخلاق حمیدہ، آپ کا تقویٰ وتقدس، آپ کے ضبط اوقات کو دیکھ کر سیتا پور کے کل سنیوں نے بلا اختلاف آپ کو اپنا قاضی بنایا اور الہ آباد کی لفٹنٹی سے بھی اہل اسلام کی استدعا پر عہدہ قضا کی سند آپ کو عطا ہوئی اور آپ اس مہتم بالشان اور جلیل القدر منصب کے فرائض کو اپنی زندگی تک نہایت دیانت واحتیاط سے ادا کرتے رہے۔ آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے بھائی قاضی سید محمد رضا صاحب یا آپ کے والد صاحب اس کام کو کرتے رہتے تھے۔ تھوڑے دنوں کوہ آبو[۳۸] کے محکمہ ریزیڈنسی راجستان میں ترتیب دفتر کے کام پر آپ کا تقرر ہوا تھا۔ وہاں بھی تمام اہل دفتر آپ کے اوصاف ستودہ کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ انھیں دنوں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار مبارک پر حاضری دی تھی اور جے پور کا مشہور عجائب خانہ بھی ملاحظہ فرمایا تھا۔ مولوی انوار الحق صاحب[۳۹] دہلوی اور شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب[۴۰] مفسر حقانی ومولف ''عقائد اسلام''[۴۱] سے یہیں ملاقات ہوئی تھی مولانا صاحب مؤخر الذکر اپنی اکثر کتابیں بغرض تصحیح و تنقید آپ کے پاس بھیجا کرتے تھے۔

کوہ آبو سے واپسی پر وطن میں متفرق نوکریاں کرنے کے بعد بازار تاسین گنج میں ٹوپی اور کپڑے کی دکان معززین واکابرین اسلام کے پانچ ہزار روپیہ کے چندے سے رکھی (اسی زمانہ میں حافظ تراب علی صاحب سے بنوٹ سیکھی تھی۔ مصنف) جس نے روپیہ دیا اس نے یہ کہہ دیا کہ اگر آپ سے ادا نہ ہوسکے یا دکان میں نقصان ہوجاوے تو آپ کو معاف ہے۔ دہلی اور کانپور سے مال لایا گیا۔ آپ نے اسی اثنا میں کانپور اور دہلی کے مشہور مقاموں کی سیر بھی فرمائی اور ان جدی عزیزوں سے بھی مل لیے جو آپ کے ابوالاباء حضرت سید شاہ سلطان ولایت قصبہ آٹ کی نومسلمہ برہمنی سے تھے اور دہلی میں آباد (تھے)۔ شروع میں تو یہ دکان خوب چلی، مال آتا اور فوراً بک جاتا۔ بازار کے مہاجن حیران تھے۔ اتفاق سے اسی دوران میں تین سو روپے کا نوٹ آپ سے گر گیا اور دکان کے کام کرنے والے نے بھی خیانت کی۔ آپ نے دل شکستہ ہوکر دکان کے کام کرنے والے کو ہر ایک قرض دینے والے کا روپیہ لکھوادیا کہ اس دکان کے بقیہ مال سے اس قدر روپیہ دے دینا اور دکان سے دست کش ہوکر بھوپال جانے کا قصد فرمایا۔ جب عمائدین شہر کو آپ کا ارادہ معلوم ہوا تو انھوں نے عرض کیا کہ آپ اپنا (ارادہ) ملتوی فرمادیں۔ ہم لوگ آپ کے اخراجات کا معقول بندوبست یہیں کردیں گے۔ لیکن آپ نے اپنا خیال نہ بدلا۔ دوسرا سبب آپ کے دل برداشتہ ہونے کا یہ بھی تھا کہ آپ نے ایک بار محرم کی بدعات کے متعلق وعظ فرمایا تھا اور جاہل مسلمان اہلِ تشیع کے اشارے سے آپ سے گستاخانہ پیش آئے تھے۔ اگرچہ ان جاہلوں کی تعداد بہت کم تھی اور حق پسندوں کا شمار زیادہ تھا، مگر آپ پر ان جاہلوں کی

Marfat.com

جہالت کا زیادہ اثر ہوا اور وعظ بند کر دیا۔

جناب مولانا مولوی حاجی اعظم حسین صاحب خیر آبادی میر منشی وزارت اور قاضی نور الدین صاحب موہانوی نائب وزیر مال کی طلبی پر آپ بھوپال روانہ ہو گئے۔ (قاضی صاحب مذکور مذہباً شیعہ تھے لیکن اس زمانہ کے ایسے رافضی نہ تھے بلکہ قدیم روش کے وضع داروں سے تھے اور حکیم وزیر علی صاحب لاہر پوری موصوف الذکر کے بڑے دوست تھے۔ چھ مہینے نوکری کی امید پر مولانا ممدوح کے مکان پر مقیم رہے۔ اس بے کاری کے زمانہ میں شیخ حسین صاحب عرب [۴۲] محدث مقیم بھوپال اور مولوی سعید الدین صاحب محدث دیوبندی سے بعض حدیثوں کی سند حاصل کی۔ اس کے لیے قاضی صاحب مذکور نے آپ کو علاقہ بیر سیہ [۴۳] کی سجاولی پر ۵۷ (روپے) ماہوار کا سجاول مقرر کر دیا۔ یہاں بھی آپ نے وعظ کا سلسلہ قائم کیا تھا ...... مدت دراز تک آپ کو نہ بھولے۔ کہتے تھے کہ ایسا فرشتہ صفت بزرگ دیکھنے میں نہ آیا۔ اگر آپ تنخواہ کے علاوہ رشوت لینا چاہتے تو ۱۰ ہزار روپے سالانہ آپ کو ملتے، مگر آپ نے تنخواہ ہی پر مناعت فرمائی۔ کل چودہ مہینے اس ملازمت پر گزرے تھے کہ آپ کی تندرستی جواب دینے لگی۔ علاج سے عارضی نفع ہو جاتا تھا۔ آخر اس علالت نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی۔ بخار تھا ہی (کہ) بھوپال بغرض علاج تشریف لائے یہاں سرسام ہو گیا اسی سرسامی حالت میں عشاء کی نماز کے لیے تیمم کرتے ہوئے شب جمعہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۰۹ھ موافق ۲۸ جنوری ۱۸۹۲ء مولانا کے واصف الذکر کے مکان پر وفات پائی۔ جنازے پر انبوہ کثیر تھا، جن میں عوام بھی تھے اور عالم اور حافظ بھی۔ قاضی شمس الدین صاحب دہلوی قاضی بھوپال نے جنازے کی نماز پڑھائی اور بھوپال کے ہندوستانی تکیہ میں (جو قلندر شاہ کا تکیہ کہلاتا ہے اور جمعراتی پھاٹک کے آگے ہے) میمد حسین خاں صاحب سہوانی کی قبر کے پچھم (کی) طرف آپ دفن کیے گئے۔ بذریعہ کشف صوفیا یہ دریافت ہوا ہے کہ انتقال کے بعد اس آپ برابر دربار نبویؐ ...... کرتے ہیں۔ اس حادثہ فاجعہ پر سیتاپور کے سنیوں میں ایک شور محشر برپا ہوا۔ اکثر شیعہ بھی، جو اعتقاداً آپ کے بہت خلاف تھے، لیکن آپ کے علم و فضل و تقدس و زہد کے معترف (تھے)، انھوں نے بھی بہت ہی رنج و ملال کا اظہار کیا اور بعض شیعہ اپنی مدت کو بھول کر محظوظ و مسرور بھی ہوئے۔ آپ کی عمر کے بعض عجیب واقعات باختصار درج ذیل ہیں:

جن دنوں سیتاپور کے محلہ شیخ سرائے کی جامع مسجد کے متعلق شیعہ اور سنیوں میں سخت فساد ہوا اور خوب لاٹھی چلی تھی تو شیعوں نے عدالت میں اپنی جبلی خباثت سے حاکم اجلاس کے سامنے یہ بیان کیا کہ الطاف حسین صاحب اور اکبر علی صاحب دونوں باپ بیٹے بھی لاٹھی چلا رہے تھے، حاکم نے خفا ہو کر کہا کہ تم

Marfat.com

لوگ بالکل جھوٹ بول رہے ہو۔ یہ ہاتھ قلم اٹھانے کے قابل ہیں یا ایک لاٹھی اٹھانے کے لائق۔ وہ لوگ بہت ہی پشیمان ہوئے۔ اس مقدمہ میں سنی ہی کامیاب ہوئے تھے۔

اس مقدمہ میں ایک عزیز نے (جو مدعی تھے اور آپ کے والد صاحب مدعا علیہ)، امتحاناً بطور شہادت کے آپ کو عدالت میں پیش کیا کہ دیکھیں اس موقع پر یہ کسی کی رعایت کرتے ہیں یا بلا رو رعایت سچی گواہی دیتے ہیں۔ انھوں نے بھرے اجلاس میں باپ کی موجودگی میں حاکم کے سامنے صاف اور سچا واقعہ بیان کر دیا۔ مدعی اور تمام اہل عملہ اور خود حاکم اجلاس انگشت بدندان ہو کر رہ گیا۔ آخر حاکم اجلاس میز پر قلم رکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھا کہ ابھی دنیا سچوں سے خالی نہیں ہے۔ باپ کے سامنے باپ کی منشا کے خلاف بیٹا بلا رو رعایت سچی گواہی دے رہا ہے۔ آخر مدعی کی ڈگری ہوگئی، لیکن باپ نے بھی اپنے لائق اور سعید وحق گو فرزند سے کسی طرح کی ناراضگی ظاہر نہ فرمائی۔

مولانا مولوی ظہور احمد صاحب لاہرپوری اور صاحب تذکرہ کی ملاقات کا واقعہ بھی تعجب خیز ہے۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کا نام تو سنتے تھے مگر ملاقات کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ ایک بار آپ تاسین گنج تشریف لیے جا رہے تھے اور مولوی صاحب موصوف ادھر پرانی بستی میں تشریف لا رہے تھے۔ دونوں ایک مقام پر مل گئے اور ایک نے بغیر کسی تعارف کے دوسرے کو پہچان لیا اور دونوں بغل گیر ہو گے۔

مولانا مولوی حاجی اعظم صاحب خیر آبادی واصف الصدر سے اور آپ سے بہت ہی اتحاد تھا۔ لیکن افکار لاحقہ کے باعث برسوں خط وکتابت اور ملاقات کی نوبت نہیں آتی تھی۔ مولانا صاحب خیر آبادی کے یہاں صاحب زادے کی ولادت ہوتی ہے، صدیق حسین نام رکھا جاتا ہے۔ یہاں سیتاپور میں آپ کے یہاں صاحب زادے پیدا ہوتے ہیں، صدیق احمد سے موسوم کیے جاتے ہیں۔ مولانا صاحب خیر آبادی کے حقیقی بھائی ضامن حسین صاحب کے یہاں صاحب زادی تشریف لاتی ہیں۔ اس کے بعد ضامن حسین صاحب تال گامی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ دونوں کے ایک ہی نام رکھے جاتے ہیں۔ حالاں کہ بغیر کسی اطلاع وتحریک کے یہ نام رکھے گئے۔ نہ کہ سن کر۔ دونوں صدیقوں کے ان دونوں لڑکیوں سے نکاح ہوتے ہیں۔ دونوں اپنے اپنے لڑکوں کا عتیق حسین، عتیق احمد (نام) رکھتی ہیں۔ ان دونوں کے نام ایک دونوں کے سسروں کے نام ایک دونوں کی بیویوں کے نام ایک دونوں کے لڑکوں کے نام ایک۔ اور یہ سب امور بغیر ارادہ وتوسط اور اطلاع کے اتفاقی طور سے ظہور میں آتے رہے۔ اگر یہ دونوں مولانا صاحب اور دونوں ضامن حسین صاحب اور دونوں صدیق قریب ہوتے تو کہا جاسکتا کہ سن سن کر اپنی اولاد کے نام رکھ لیے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کی خدمت اقدس میں بھی آپ حاضر ہوئے

Marfat.com

تھے اور بھی مقدس حضرات کی خدمت میں بھی۔مگر مولانا عبدالرزاق صاحب فرنگی محلی[45] ہی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی تھی۔انھیں معصوم صفت دیکھ کر ہر ایک عالم اور صوفی ہی نہیں بلکہ غیر مذہب والے بھی بعزت و تعظیم تمام پیش آتے اور ان کے کام کو بلا معاوضہ سب سے پہلے کر دیا کرتے تھے۔

جب انجمن زماہ عالم سیتاپور کے شیعہ و سنیوں نے اصلاح قوم کی غرض سے قائم کی تھی، اگر چہ بہت جلد اس پر فاتحہ خیر پڑھ دیا گیا تھا اور اس کے صدر آپ ہی بنائے گئے تھے اور آپ نے پر مغز و مفید اہل اسلام تقریریں بھی فرمائی تھیں۔شرع شریف کے خلاف کوئی کام آپ کو پسند نہ تھا۔اپنے عقیدے میں بہت پکے تھے۔ ان دنوں آج کل کی طرح فرقہ بندی کا شور اور تکفیر بازی کی گرم بازاری نہ تھی۔ضرورت کے وقت آپ علمائے خیر آباد یا لکھنو سے استفادہ کر کے عمل فرماتے تھے۔خود بھی فتوے پر دستخط ثبت فرماتے تھے۔وہابیوں سے آپ کو سخت نفرت تھی۔جن مسلمانوں نے کبھی خواب میں نماز نہ پڑھی تھی، ان کو آپ نے پکا نمازی بنا دیا تھا۔صفائی، طہارت کا آپ کو بہت ہی خیال رہتا تھا۔جلدی لکھنے کے باوجود آپ کی شان خط میں فرق نہ آتا تھا۔ نستعلیق، شفیعہ، عربی، شکستہ خط خوب ہی لکھتے تھے۔

آپ کی تالیفات کی تفصیل یہ ہے:

''آداب المیلاد'' بزبان اردو۔اس کا تاریخی نام ''القول القوی الطیف فی آداب المولد شریف'' (ہے)۔یہ ۱۳۰۵ھ میں صبح صادق پریس سیتاپور میں شائع ہوئی تھی۔اب نایاب ہے۔اس میں اس پاک محفل کے آداب بتائے گئے ہیں، جن کا لحاظ بہت ضروری ہے۔آپ اس مبارک محفل میں شرکت بھی فرماتے اور قیام بھی کرتے اور بعض اوقات خود بھی بیان فرماتے تھے۔دوسری کتاب: ''ابطال الحکم لاسرافات المحرم'' ہے اس کی زبان فارسی ہے۔اس میں محرم کی بدعتوں کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔یہ چھپی نہیں۔(کاتب الحروف نے اس کا ترجمہ اردو میں کیا ہے، ابھی مبیضہ کی صورت میں نہیں آیا ہے۔مصنف)

ایک کتاب اردو زبان میں غیر مقلدین کے رد میں بھی لکھی تھی۔اس میں بعض مضامین مولانا مولوی اعظم صاحب خیر آبادی کے بھی شامل ہیں۔یہ کتاب ناتمام رہ گئی۔اس میں مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی کو بدلائل غیر مقلد ثابت کیا گیا ہے اور امکان نظیر کی علمی بحث بھی آ گئی ہے۔مولوی قطب الدین صاحب دہلوی[47] کی کتاب ''جامع التفاسیر'' پر بھی کہیں کہیں حاشیہ لکھا ہے۔

''ادیب فارسی''۔یہ کتاب چار حصوں میں منقسم ہے۔صبح صادق پریس[49] سیتاپور میں ایک ہی بار چھپ کر رہ گئی۔اب نایاب ہے۔اس کے سرورق پر صرف بابو بلدیو پرشاد وکیل کا نام ہے، مگر اس کی تالیف میں بڑے بڑے قابل حضرات شامل تھے، منجملہ دیگر مولفین کے آپ بھی اس میں شامل تھے۔اگر کوئی یہ کتاب باقاعدہ کسی

Marfat.com

قابل شخص سے پڑھے تو فارسی میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت آسکتی ہے۔

ایک بیاض میں مجرب عمل لکھے تھے۔ وہ تلف ہوگئی۔ آپ کے مکتوب بھی محفوظ ہیں گورکھپور کے "ریاض الاخبار" ۵۰ میں مذہبی وادبی مضمون آپ شائع کراتے تھے وہ نایاب ہیں۔

ایک بیاض میں اردو، فارسی کے مشہور شاعروں کا انتخابی کلام، جس سے آپ کی سخن فہمی اور ذوق سلیم کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ آپ کے بعض ہم زمانہ یہ بھی کہتے تھے کہ آپ شاعر بھی تھے، لیکن مجھے آپ کا کوئی شعر بہت تلاش کے باوجود نہیں ملا۔ آپ کی کل کتابیں آپ کے بعد منتشر ہوگئیں اور بعض ضائع بھی ہوگئیں۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا میں اندھے چار قسم کے ہوتے ہیں۔ اول، اصلی اندھا، دوسرا، وہ اندھا جو بیت الخلا میں جا کر یہ بھی تمیز نہ کرسکے کہ کہاں رفع حاجت کروں اور کہاں طہارت۔ تیسرا، جس کی دونوں آنکھیں روشن ہیں مگر پھر بھی ٹھوکر کھاتا ہے۔ چوتھا، جو دوسرے کا جوتا پہن لے اور اسے یہ محسوس نہ ہو کہ یہ میرا ہے یا غیر کا۔

ساس بہو میں رقابت کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ ایک معشوق کے دو عاشق ہوتے ہیں۔ ماں بیٹے پر پروانہ اور بلبل کی طرح نثار ہوتی ہے اور بیوی کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ اب معشوق کی انتہائی دانش مندی یہ ہے کہ وہ ایسی روش اختیار کرے کہ دونوں خوش رہیں اور اگر دونوں میں باہمی اختلاف دور نہ ہو تو کمزور ہو جاوے۔

آٹ کے سیدوں میں تو کیا دور دور ایسے ہر دل عزیز، عالم باعمل، وسیع الاخلاق، کثیر الاحباب، جامع الصفات بزرگ کی مثال ملنا محال نہیں تو غیر ممکن و دشوار ضرور ہے۔

قیس کا سا پھر کوئی اٹھا نہ بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

Marfat.com

سالہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

مولوی حاجی منشی سید عبدالکریم صاحب

آپ حضرت حاجی سید غلام حیدر صاحب المعروف بہ سید حیدر شاہ صاحب آخری سجادہ نشین قصبہ آٹ (تحصیل مصر یکھ ضلع سیتاپور) کے منجھلے صاحب زادے اور سید حسام الدین آٹوی (مقیم سیتاپور محلہ قضیان) کے نواسے اور قصبہ گوپامؤ[۵۱] میں محلہ بارہ دری کے مولوی حیات اللہ کے داماد تھے۔آپ کا نسبی سلسلہ حضرت سید عبدالرحمٰن صاحب المقلب بہ سید شاہ سلطان صاحب ولایتؒ قصبہ آٹ کے وسیلہ سے حضرت جعفر ثانیؒ ابن حضرت امام علی نقیؓ[۵۲] پر ختم ہوتا ہے۔ اپنے اسلاف کے وطن قصبہ آٹ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔لڑکپن میں مختلف استادوں سے اس زمانہ کے رواج اور نصاب کے مطابق ابتدائی تعلیم پائی۔سن شعور پر پہنچے تو تحصیل علوم کا شوق زیادہ ہوا۔خیرآباد میں مولوی محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس چشمۂ علم سے سیراب ہونے کے بعد گوپامؤ میں مولوی قطب الدین صاحب کے یہاں پہنچے۔جب یہاں بھی حسب دل خواہ علم سے بہرہ مند نہ ہو سکے تو سفر کی صعوبتیں اٹھا کر دہلی میں بحرالعلوم حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور اسی مشہور درس گاہ میں آپ فارغ التحصیل بھی ہوئے۔انھیں ایام میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ بھی حضرت شاہ صاحب واصف الصدر کے مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ دونوں بزرگ ہم سبق ہو گئے۔عرصہ بعد سیتاپور میں دونوں ملے۔مولوی صاحب نے انھیں فوراً پہچان لیا اور بہت اخلاق سے پیش آئے۔اور حاضرین سے فرمایا کہ یہ کھرا اور اصلی سید ہے۔

Marfat.com

تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد آپ مختلف شہروں کے اہل کمال اور ذی علم حضرات سے ملتے اور ہر اہل کمال کی صحبت سے استفاضہ کرتے ہوئے وطن پہنچے - مجرب عملوں بور سریع التاثیر نسخوں وغیرہ کا کافی ذخیرہ انھوں نے جمع کیا تھا۔ مولانا خرم علی صاحب [۵۳] متوطن قصبہ بلہور (ضلع کان پور) کو خالص سونا بنانے کا نسخہ معلوم تھا۔ آپ ان کے پاس محض اس نسخہ کے حاصل کرنے کو پہنچے اور ان سے اپنا مطلب بیان کیا انھوں نے ان کے سامنے خالص سونا بنا کر دکھلا دیا - اس کے بعد اس شرط وعہد سے نسخہ دیا کہ اپنی زندگی (تک کسی کو) نہ بتلائے گا - اس عہد و پیان کے بعد انھوں نے انھیں نسخہ دے دیا اور یہ تاحیات اپنے عہد پہ (قائم رہے) - آپ نے حج بھی کیا تھا اور حضور خاتم الانبیاءؐ کے روضۂ اقدس پر بھی حاضر ہوئے تھے۔ اور (دیگر) متبرک مقاموں زیارت سے بھی شرف یاب ہوئے تھے۔ اس قرآن شریف کو بھی دیکھا (تھا) جس کی تلاوت فرماتے ہوئے حضرت سیدنا عثمان غنیؓ شہید ہوئے تھے - خون کی چھینٹیں اس (پر نظر آتی) تھیں - اس سفر میں آپ کے والد صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ واپسی کے وقت آپ کے (والد صاحب) علیل ہوگئے۔ زاد راہ ان کی تیمارداری اور علاج میں صرف ہوگیا۔ آپ عربی خط کے خوش (نویس) تھے ہی، روزانہ کوئی سیپارہ یا کوئی عربی قصیدہ وغیرہ لکھ لکھ کر فروخت کرنا شروع کیا جس سے پانچ روپے روزانہ کی آمدنی ہوگئی - اس رقم سے آپ اپنا خرچ چلاتے اور (کچھ) پس انداز کرتے جاتے تھے۔ تھوڑی مدت میں اتنا اثاثہ آپ کے پاس جمع ہوگیا کہ آپ (اپنے) والد صاحب کو لیے ہوئے مدینہ منورہ سے سیتاپور پہنچ گئے۔ یہاں پہنچنے پر آپ نے عربی ہی وضع رکھی۔

ایک بار عیدالفطر کے دن جب کہ نماز میں صرف دو گھنٹے باقی تھے اور کسی کو نہ خطبہ یاد تھا نہ کسی کے پاس موجود تھا۔ مرزا عبداللہ بیگ (ناظم سرکار اودھ) نے آپ سے کہا کہ اگر آپ کو عیدالفطر کا خطبہ یاد ہو تو لکھ دیجیے۔ میں ایک اشرفی پیش کروں گا - آپ نے اسی وقت قلم برداشتہ نہایت خوش خط خطبہ لکھ کر نماز سے پہلے ان کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے ایک اشرفی آپ کے نذر کی اور سب لوگ آپ (کے حافظہ) اور عربی خط میں کمال کو مان گئے۔

سیتاپور میں قیام کے دنوں آپ اکثر شریف زادوں کو پڑھایا کرتے یا اہل حاجت کے لیے عمل پڑھتے اور معقول رقم آپ کے پیش کش کی جاتی تھی - زمینداری بھی تھی - سیتاپور کے محلہ فتن سرائے میں رہتے تھے۔ اس محلہ کی مسجد کے امام بھی تھے - عیدوں میں سیتاپور کی عیدگاہ کی امامت بھی یہی کیا کرتے تھے - مسلمانوں

Marfat.com

کے نکاح بھی یہی پڑھتے اور مسلمان بچوں کی بسم اللہ انھیں سے کہلواتے تھے۔ قطب نگر کے رئیس شیعہ ہونے کے باوجود انھیں بہت مانتے اور سلوک کرتے رہتے تھے۔ جوانی میں ان کی قوت کا یہ حال تھا کہ فجر کی نماز سیتا پور میں پڑھ کر پیدل روانہ ہوتے اور عشا کی نماز لکھنو میں اپنے بیٹے حاجی مولوی منشی سید احمد حسین صاحب وحاجی مولوی منشی سید محمد حسین صاحب کے یہاں پڑھتے تھے۔ دونوں صاحب زادے ان کے نہایت ہی فرماں بردار تھے۔ آپ کی خدمت واطاعت میں مطلق تامل نہ کرتے تھے۔ سیتاپور میں بھی ان کا بڑا اعزاز تھا۔ بہت ہی زندہ دل وسیع الاخلاق اور آداب مجلس سے بخوبی واقف تھے۔

۱۲۲ برس کی عمر ہو جانے پر جسمانی قوت میں زیادہ ضعف نہ آیا تھا۔ البتہ بصارت میں اور حواس میں قدرے فرق ہو گیا تھا۔ آخر عمر میں اپنی کل کتابیں (بجز اس بیاض کے جس میں عمل اور نسخے وغیرہ درج تھے) اپنے خاص عزیز وشاگرد قاضی سید الطاف حسین صاحب موصوف الصدر کے حوالے فرما دی تھیں۔ آپ نے ۲۰ رشوال ۱۲۹۸ھ کو سیتاپور میں وفات پائی اور محلہ فتن سرائے کے تکیہ مولا شاہ میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

مولوی حکیم شیخ اکرام علی صاحب

خلف الرشید شیخ احسان علی صاحب رئیس سیتاپور محلہ شیخ سرائے - قاضی شیخ غلام رسول صاحب صدیقی رئیس و قاضی قصبہ باڑی (تحصیل سدھولی) کے نواسے اور شیخ سبحان علی خاں فاروقی، منصب دار سرکار اودھ، رئیس سیتاپور محلہ شیخ سرائے کے داماد تھے۔ نسبی سلسلہ حضرت شیخ شاہ پیکی قادری کے وسیلہ سے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر"[۵۴] کے اسم گرامی پر ختم ہوتا ہے۔ "تاریخ روضۃ الصفا" کا مولف ہمام الدین خاوند شاہ"[۵۵] (جسے بعضوں نے اخوند شاہ بن محمد لکھا ہے اور کسی نے بجائے خاوند شاہ کے اخوند شاہ ہی لکھا ہے، جو بابر بادشاہ کا مصاحب تھا، ۱۱۳۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۲۹۸ء میں بمقام گجرات وفات پائی) آپ کے اجداد سے تھا[۵۶]۔

......عزیز بھی رافضی ہو چکے ہیں۔ میرا بیٹا اکبر علی میرے بعد ضرور رافضی ہو جاوے گا آپ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح نکلی اور آپ کی وفات سے تقریباً دو سال بعد ۱۲۵۵ھ میں انھوں نے مولوی مشرف علی شیعہ گر اور روشن علی کی سحر بیانی اور صحبت سے متاثر ہو کر شیعہ مذہب اختیار کیا - اور مولوی مذکور کے بنائے ہوئے شیعوں کی مجلس اپنے مکان پر منعقد کی اور اپنے باپ اور کل بزرگوں اور اکابرین اہل سنت والجماعت کا نام لے کر مولوی مذکور کے کہنے سے تبرا کیا اور اس خاندان سے مذہب سنی ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ اور نادر الوجود تبرکات نقل موے مبارک آنحضرتؐ وغیرہ وغیرہ بھی اس گھر سے غائب ہو گئے۔ ان کے غائب ہونے کے ساتھ ہی اس خاندان پر ادبار وزوال کی گھٹا چھا گئی - گاؤں، باغ، اعزاز و وقار سب رخصت ہو گیا۔

جس دن اجمیر شریف میں آپ کا انتقال ہوا، اسی دن سیتاپور میں آپ کی مسجد کا شمالی مینار خود بخود ایک دم گر گیا - اہل خاندان اس دفعتاً سانحہ سے بہت مضطرب و پریشان ہو گئے۔ آخر بعد کو آپ کے انتقال کی خبر آئی تو حساب لگانے پر ثابت ہوا کہ آپ کی وفات اور مینار کا انہدام ایک ہی دن اور وقت میں ظہور میں آیا تھا۔ بعد کو یہ

Marfat.com

مینار تعمیر کر دیا گیا۔

آپ کے بعد آپ کے داماد سید وزیر علی صاحب اجمیر شریف جا کر آپ کے متعلقین کو لے کر سیتاپور آئے۔ آپ کا کل اسباب ۲۰ لڑھیوں پر لاد کر اجمیر شریف سے سیتاپور لایا گیا۔ جن میں نایاب کتابیں بھی تھیں اور نادر و نایاب اشیا جن میں بعض چیزیں عزیزوں کو تقسیم ہوئیں اور کچھ بکیں اور اکثر نادر و نایاب کتابیں ضائع ہوئیں۔

آپ کے پوتے منشی حسن رضا [۵۷] صاحب نے ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں ''اخوان الصفا'' کا ترجمہ امیر المطابع سیتاپور میں چھپوایا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اس کے اول یا آخر میں مترجم کا حال بھی شائع کرا دو۔ پہلے تو وہ تیار ہوئے اور کہا کہ لکھ دو میں چھپوا دوں گا۔ میں نے لکھ کر دیا تو انھیں بہت تردد ہوا اور ٹال دیا۔ وہ شیعہ ہونے کی وجہ سے اس مضمون کا شائع کرانا اپنے لیے توہین کا باعث سمجھے۔ انھیں اکرام علی حنفی لکھنا پڑتا۔ اس کے ساتھ ہی انھیں فاروقی، صدیقی، قادری درج کرنا پڑتا اور پھر ان کا مدفن چار یاراں بھی۔ یہ سب الفاظ شیعوں کے مذہب کے سراسر خلاف تھے۔ کیسے لکھتے۔ میں نے یہ مضمون لکھنو کے رسالہ ''الناظر'' میں بھیج دیا۔ وہاں شائع ہو گیا۔ [۵۸]

علامہ عبدالرزاق صاحب کانپوری [۵۹] کی کتاب ''نظام الملک طوسی'' مطبوعہ نامی پریس کانپور [۶۰] میں، کتاب ''کاشف الحقائق'' [۶۱] مولفہ مولوی امداد امام [۶۲] صاحب میں بھی آپ کا نام موجود ہے۔ دہلی کی انجمن ترقی اردو نے خاص اہتمام سے ترجمہ ''اخوان الصفا'' کا چھاپا ہے [۶۳] کتاب ''علامہ سیتاپور'' [۶۴] میں ڈاکٹر سید محمد اظہر نادم سیتاپوری [۶۵] نے مختصر طور سے آپ کا حال لکھ کر شائع کیا ہے۔

Marfat.com

مولوی منشی سید ہادی حسن صاحب

ابن سید امداد علی ابن سید مدد علی ساکن سیتاپور محلہ براہین ٹولہ۔ آپ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ۱۲۶۷ھ میں سیتاپور میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابھی صرف دو برس کے تھے کہ پدر بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کا نسبتی سلسلہ سید میران محمود حاجی عرف میران صاحب رضوی ترمذی (معاصر عالمگیر بادشاہ مقیم موضع براہین تحصیل سندیلہ ضلع ہردوئی) کے وسیلہ سے حضرت سید حسین ابن حضرت امام علی نقیؑ پر ختم ہوتا ہے۔

یتیم ہوجانے کے بعد آپ اپنے ماموں منشی شاکر علی صاحب خیر آبادی (جو نواب سکندر بیگم صاحبہ والیہ ریاست بھوپال کے درباری منشی تھے) کی سرپرستی میں اول اول سیتاپور کے مشہور خوش نویس وادیب منشی سید امیر علی صاحب سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور مفردات نستعلیق کی اصلاح لیتے رہے۔ اس کے بعد خیر آباد میں قیام کر کے منشی کرم احمد صاحب[٦٦]، حافظ غلام امام صاحب خوش نویس، منشی نیاز احمد صاحب بانی مدرسہ نیازیہ اور ان کے بھائی منشی لطیف احمد صاحب اور امام علی صاحب پیرزادے، منشی ضمیر علی صاحب خوش نویس، منشی عظیم الدین صاحب خوش نویس، منشی نیاز علی صاحب خوش نویس، منشی الہ یار خاں صاحب خوش نویس، منشی محمد جعفر صاحب زھری متولی مصنف ''سہ نثر زھری''[٦٧] منشی عبدالقادر صاحب خوش نویس وغیرہ کی صحبت وتعلیمات سے پورا فائدہ اٹھایا۔ عربی، نستعلیق، شکستہ، شفیعہ خطوں کو خوب ہی لکھتے تھے۔ مگر شفیعہ خط بہت ہی اچھا ہوتا تھا۔ نقاشی بھی خوب کرتے تھے۔ مولانا مولوی حافظ سید نبی بخش صاحب رضوی مفتی خیر آباد و مدرس مدرسہ عربیہ قدیمیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عربی کی چند کتابیں پڑھیں اور یہاں کے دیگر اہل کمال کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے اور اپنی عمر اور استعداد کے موافق مستفیض ہوئے۔ اس کے بعد بھوپال جا کر مختلف استادوں سے فارسی، منطق، ہیئت، ریاضی، طب، اقلیدس، حساب، سیاق، فلسفہ، ادب، فرائض، فقہ، حدیث وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔ انھیں دنوں

Marfat.com

بھوپال میں مولوی نورالدین صاحب [۶۸] کو معقولات میں اپنا استاد بنایا تھا جو آخر عمر میں مرزا غلام احمد کے خلیفہ ہوئے تھے اور مولوی غیاث الدین صاحب [۶۹] رام پوری مولف ''غیاث اللغات'' [۷۰] کے شاگرد مولوی عبداللہ صاحب رام پوری [۷۱] سے بھی بعض کتابیں پڑھی تھیں۔ وہاں بھی اکثر خوش نویسوں، نقاشوں سے یہ فن سیکھا۔ علمی مجلسوں میں برابر شریک ہوا کیے۔ خود بھی وہاں تقریریں کیں۔ تمام عمر علم وفن کے شیدائی رہے۔ ذہن نہایت اچھا اور حافظہ بہت قوی تھا۔ عربی، اردو، فارسی میں ہر قسم کی عبارت قلم برداشتہ لکھتے اور فرائض اور ریاض کا مشکل سے مشکل مسئلہ فوراً حل کر دیتے تھے۔ کتابوں کی تنقید و تقریظ لکھنے میں بھی کمال حاصل تھا۔ شاعر تو نہ تھے لیکن سخن فہمی میں خاص مہارت تھی۔ کثرت سے عربی، فارسی، اردو کے اشعار از بر تھے۔

اول اول بھوپال میں مدرس رہے۔ اس کے بعد تحصیل دار ہو گئے تھے۔ عمر کا زیادہ حصہ وہیں گزارا۔ وہیں کی پس انداز رقم سے سیتاپور آ کر جائداد خرید لی اور عمر کا آخر زمانہ باطمنان تمام وطن ہی میں گزارا۔ جن دنوں یہ بھوپال میں مدرس تھے، اسی زمانہ میں نواب سید صدیق حسن خاں صاحب [۷۲] کے دونوں بیٹے نواب سید نورالحسن خان صاحب [۷۳] نواب سید علی حسن خاں صاحب [۷۴] ان کے شاگرد ہوئے تھے۔ ان دونوں نے لکھنو کے قیام کے زمانہ میں بھی ان کا قدیمی اعزاز و احترام قائم رکھا۔ انھیں اپنے یہاں مصاحبت میں رکھنا چاہتے تھے، لیکن انھوں نے منظور نہ کیا۔ انھیں کے ذریعہ سے بمبئی وغیرہ مختلف شہروں کی سیر کی تھی اور نواب محسن الملک، علامہ شبلی نعمانی صاحب، علامہ عبدالرزاق کانپوری مولف ''نظام الملک طوسی''، [۷۵] ''البرامکہ''، [۷۶] وغیرہ، سید سلیمان ندوی صاحب [۷۷] وغیرہ مشاہیر زمانہ سے تعارف ہوا تھا۔ شاید نواب محسن الملک صاحب وغیرہ اور ان دونوں نوابوں کے یہاں مختلف العقائد لوگوں کے آنے جانے ہی کا ان پر یہ اثر پڑا تھا کہ سر سید احمد خاں صاحب بانی کالج علیگڑھ کی بہت ہی تعریف کرنے لگے تھے۔ باہمہ بے ہمہ اصول ان کا نصب العین تھا اور معاملات میں ان کی عقل خوب چلتی تھی۔ ان کا یہ خیال بھی تھا کہ اور ملکوں میں چاہے جس طریقہ سے اسلام پھیلا ہو لیکن ہندوستان میں زیادہ تر اشاعت اسلام اہل اللہ ہی کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ ایک ایک عارف نے روحانی قوت سے لاکھوں مسلمان کر ڈالے۔

اخبار اور کتابوں کے دیکھنے اور علمی اور مذہبی جلسوں کی شرکت کا شوق عمر بھر رہا۔ مذہبی عقیدے میں پکے تھے۔ نانہالی مذہب سنی حنفی اختیار کیا تھا۔ ان کے ماموں کی کفالت اور بھوپالی اہل کمال کی صحبت نے انھیں شیعہ

Marfat.com

مذہب سے متنفر کر دیا تھا۔ یہ خود اور ان کے بھائی بہن سنی ہو گئے، ورنہ کے باپ اور دادا شیعہ ہی تھے۔ ان کے تینوں بھائی بہت نامور ہوئے۔ اور لا جواب عروج و اعزاز حاصل کیا۔ زیادہ شہرت حکیم مہدی حسین صاحب کی ہوئی۔

انھوں نے کوئی تالیف اور تصنیف یادگار میں نہیں چھوڑی۔ نہ کوئی کامل شاگرد ہی چھوڑا۔ آخر عمر میں جوان اولاد کے مرنے سے بہت مضمحل ہو گئے تھے۔ بستی میں بلا ضرورت بہت کم جاتے تھے۔ اپنی کل مکسوبہ املاک تخمیناً پچاس ہزار روپے کی نقد کے علاوہ چھوڑ کر...... میں یوم جمعہ وقت شب ۲۱ر رمضان شریف ۱۳۴۸ھ موافق ۲۱ر فروری ۱۹۳۰ء کو انھوں نے سیتاپور میں انتقال کیا۔ اور وصیت کے مطابق اپنے مملوکہ باغ میں اپنی مجوزہ جگہ پر بتاریخ ۲۲ر رمضان ۱۲ بجے دن کو دفن ہوئے۔ ان کی کل جائداد پر ان کے اکلوتے بیٹے سید ابراہیم حسین عرف ننھے نواب قابض ہیں۔

Marfat.com

جناب مولانا مولوی قاضی منشی سید ابرار حسین صاحب

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

آپ جناب مولانا مولوی قاضی منشی سید احمد حسین صاحب سابق الذکر کے پوتے اور جناب قاضی منشی سید محمد حسین صاحب کے خلف الرشید اور سیتاپور کے محلہ شیخ سرائے کے بہت مشہور خوش نویس اور منشی سید امیر علی صاحب کے نواسے اور مولوی منشی سید اکبر علی صاحب مؤرخ ونساب سیتاپور مسبوق الذکر کے داماد تھے۔

آپ غدر ۱۸۵۷ء سے ۱۰ مہینے قبل یوم جمعہ ۱۴ رذی الحجہ ۱۲۷۲ھ کو بمقام سیتاپور اپنے آبائی مکان واقع محلہ قضیان میں نیستان عدم سے گلشن ہستی میں تشریف لائے۔ موافق سنت نبویؐ وطریقہ اسلامؒ کے چار برس چار مہینے کی عمر میں مجمع اعزا واحباب میں آپ کی بسم اللہ ہوئی۔ بسم اللہ ہو جانے کے بعد منشی سید امیر علی صاحب کی نگرانی میں اور والدین کی کفالت میں مولوی غلام سعد خاں صاحب خیر آبادی، مولوی احمد خاں صاحب بریلوی، مولوی سید محمد...... صاحب سیتاپوری (پدر سید بشارت حسن صاحب عرف بھگا میاں) سے بغدادی قاعدہ اور کلام مجید ختم کیا۔ اسی اثنا میں اس زمانہ کے نصاب کے مطابق عقائد، مسائل وغیرہ کی چھوٹی چھوٹی ابتدائی فارسی، اردو کی کتابیں بھی انھیں (موصوف) سے پڑھیں۔ اس کے بعد مولوی (حاجی) سید کرامت علی صاحب سیتاپوری اور مولوی حاجی سید عبدالکریم صاحب موصوف الصدر (سے)

Marfat.com

بھی بعض کتابیں پڑھ کر گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور میں داخل ہوئے - ان دنوں یہاں فارسی اور خوش نویسی کی تعلیم میں دو بہت مشہور استاد تھے۔ مولوی عبدالرزاق صاحب اسمٰعیل پوری (اور) مولوی واجد علی صاحب سیتاپوری۔ اس مدرسہ میں تھوڑے ہی دنوں اردو، حساب۔ فارسی، خوش نویسی کی تعلیم حاصل کر سکے۔ روزانہ جو کچھ جس استاد سے نوشت وخواند (کی) تعلیم پاتے رات کو اپنے نانا صاحب کو سناتے - وہ بے حد شفقت سے سنتے اور عمر واستعداد (کے) موافق انھیں فارسی اور اردو کے لغات اور املا، انشا کے قاعدے اور اصول بتاتے اور استادوں کی تعلیم میں جو خامی اور خرابی نظر آتی اس کی اصلاح کرتے...... آداب مجلس سے بھی واقف کرتے جاتے تھے اور ہر ایک کام کا سلیقہ سکھاتے - عربی، نستعلیق، شکستہ، شفیعہ خطوں کی مشق کراتے اور فارسی نظم ونثر اور سخن فہمی کی بھی (تعلیم دیتے) - منشی صاحب کی یہ تعلیمیں آپ کے حق میں مثل پارس واکبر کے ہوگئیں - تین برس کی عمر سے ۱۴ برس کی عمر تک آپ ننہال میں رہے۔ کسی وقت اپنے گھر آجایا کرتے تھے۔ آپ بچپن ہی سے علم وفن کے شیدائی تھے۔ ذہن ایسا روشن اور دماغ اور حافظہ ایسا قوی تھا کہ بچپن سے آخر عمر تک جو کچھ پڑھا اور سنا اور دیکھا سب یاد تھا -

یہاں کے استادوں سے تعلیم حاصل کرنے اور اپنے نانا کے انتقال کے بعد جناب قاضی مولوی سید الطاف حسین صاحب موف الصدر کے مشورے سے آپ خیرآباد تشریف لے گئے اور وہاں جناب مولانا مولوی حافظ سید نبی بخش صاحب رضوی خیرآبادی مفتی خیرآباد محلہ میاں سرائے مدرس مدرسہ عربیہ قدیمہ خیرآباد کی خدمت مبارک میں حاضری دی۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں پڑھ کر اس خیال سے کہ اپنی بھی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور تعلیم بھی جاری رہے، مولانا مولوی محمد اعظم حسین خیرآبادی کے وسیلہ سے منشی نول کشور کے مطبع میں نوکری کرلی۔ ان دنوں اس پریس میں تفسیر ''فتح القدیر'' خاص اہتمام سے چھپ رہی تھی، جس کی تصحیح کے لیے قابل عربی دانوں کی بہت تلاش تھی۔ فرصت کے وقت کبھی کبھی وہاں کے مشہور عالموں کے وعظ و درس میں بھی تشریف لے جاتے رہے۔ خصوصا مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب مناظر اور مولانا عبدالرزاق صاحب فرنگی محلی، مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی، مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی وغیرہ کی خدمت میں حاضر (ہوتے) - حالات سازگار اور تعلیم باقاعدہ نہ ہونے کی وجہ سے نہایت مجبوری میں (آپ نے) استعفی دے دیا۔ منشی نول کشور نے بہت ہی کوشش کی کہ آپ مستعفی نہ ہوں،

Marfat.com

تنخواہ میں بھی ترقی کردی، لیکن آپ برخاستہ خاطر ہو چکے تھے اور بعض وجوہ سے وہاں قیام بھی نامناسب سمجھا۔ آخر منشی صاحب موصوف (نے) اس شرط سے استعفیٰ منظور کیا کہ تفسیر ''فتح القدیر'' کے اختتام تک آپ ٹھہرے رہیں، اس کے بعد اختیار ہے۔ آپ نے طوعاً و کرہاً ان کی خاطر سے یہ شرط منظور فرمائی اور ختم کتاب پر وہاں سے چلے آئے۔ چلتے وقت اپنی یادگار میں منشی صاحب نے ایک کتاب ''شرح وقایہ'' مع چلپی [۸] اور ایک سند حسن کارگزاری ورضامندی دے کر بہت ہی متاسف ہو کر آپ کو رخصت کیا۔

وطن میں قیام کے بعد پھر کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ البتہ مولوی حافظ مظہر علی صاحب غازی پوری خیر خواہ سرکار مقیم محلہ نئی بستی سیتاپور کی خدمت میں حاضر ہو کر بعض احادیث کی تصحیح فرمائی اور فقہ کی بھی چند کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد ایسے حادثے اور اتفاق پیش آئے کہ کہیں باہر تحصیل علم کی غرض سے جانے کی نوبت نہیں آئی۔ مگر یہ ولولہ اور شوق تحصیل علوم تاحیات قائم رہا۔ ہندی، ناگری، سیاق، سباق، حساب، نجوم، طب، ہیئت عروض، قافیہ، مساحت، ریاضی، انگریزی قانون سے خداداد ذہانت کی بدولت بخوبی واقفیت حاصل کرلی تھی۔ عربی، فارسی کی ہر قسم کی عبارت قلم برداشتہ لکھتے تھے۔ ایک خط میں آپ کو جناب قاضی الطاف حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ''عبارت عربی میں تم نے خوب ہی خط لکھا۔ دیکھ کر میری طبیعت بہت خوش ومحظوظ ہوئی۔ میں نے کئی بار پڑھا اور سب احباب کو سنایا۔ سب نے بہت تعریف کی۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس کا جواب کیوں کر لکھوں''۔

عربی، نستعلیق، شکستہ، شفیعہ، غبار، طغرا خط بھی خوب ہی لکھتے تھے۔ خود تو شاعر نہ تھے، لیکن عربی، فارسی، اردو کے انتخابی اشعار آپ کو بہت یاد تھے۔ اور تینوں زبانوں کے اشعار اور نثروں کا ایسا مطلب سمجھتے اور سمجھاتے کہ سامعین بے ساختہ واہ واہ کہہ اٹھتے تھے۔ تقریر آپ کی مدلل اور صاف اور دل چسپ ہوتی تھی۔ یار واغیار سب ہی آپ کے اخلاق سے خوش رہتے تھے۔ دین داروں کے یہاں بھی آپ کی عزت تھی اور دنیا داروں کے یہاں بھی۔ اکثر عملیات تو خاندانی تھے جو سینہ بہ سینہ آپ کو پہنچے تھے، اور بعض اعمال جناب قاضی سید الطاف حسین صاحب موصوف الصدر اور حکیم محمد عمر صاحب دہلوی، مولانا مولوی محمد اعظم حسین صاحب خیر آبادی، حکیم مولوی منشی سید احمد حسین صاحب خیر آبادی سے حاصل کیے تھے اور ضرورت کے وقت انھیں استعمال فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے ضروریات خانگی کی وجہ سے سیٹھ جیہ پال صاحب وسیٹھ رگھبیر دیال صاحب تعلقدار

Marfat.com

معزالدین پور (تحصیل بسواں)، (قصبہ) کوٹرا کے یہاں ملازمت کرلی تھی۔ مختار بھی تھے اور نائب، بھی ان دونوں کو آپ پر (کامل) اعتبار تھا کہ اپنے سارے علاقہ کا انتظام آپ ہی کے متعلق کر کے آپ کو کل سیاہ وسفید (کا) اختیار دے دیا تھا- آپ نے بھی ایسا معقول بندوبست کیا تھا کہ شاید ہی آپ سے پہلے کسی نے اس ریاست کا ایسا انتظام کیا ہوگا۔ نہایت دیانت وامانت، مستعدی، ہوشیاری سے اپنے فرائض نجام دیتے رہے، تنخواہ (کے) سوا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز ریاست سے لینا حرام سمجھتے رہے۔ آپ نے کبھی کسی متنفس (کو) اعتراض کا موقع ہی نہ دیا- حالاں کہ وہاں سب ہندو ہی ہندو تھے۔ ۳۲ دانتوں میں زبان کی طرح آپ وہاں رہے۔ کُل رعایا اور کل باشندے آپ کے اخلاق کے (گرویدہ) رہے۔ ان دونوں رئیسوں نے جیسی آپ کی کارگزاری وخیر خواہی کی قدر کرنا (چاہیے تھا) نہیں کی۔ ان کی ناقدری کی داستان طویل ہے۔ آپ نے سیٹھ سوامی دیال (خلف سیٹھ رگھبر دیال صاحب) کے ساتھ لکھنو، دہلی، کانپور، بنارس، اجودھیا، فیض آباد، آگرہ، متھرا، نینی تال، الہ آباد، کلکتہ، جگن ناتھ، بھوپال کا سفر بھی کیا تھا۔ اور وہاں کے مشہور مقاموں کو بھی ملاحظہ فرمایا تھا- واپسی میں سیٹھ مذکور علیل ہو گئے تو اثنائے سفر میں دہلی پہنچنے تک آپ اپنے ہی مجوزہ نسخے انھیں استعمال کراتے رہے۔ جس سے مرض نے ترقی نہیں کی۔ دہلی میں حکیم محمود خاں[۹] صاحب کو دکھلایا۔ انھوں نے اسے دریافت کیا کہ سفر میں کس کا علاج ہوتا رہا؟ آپ نے سب نسخے انھیں دکھلا دیے۔ انھوں نے پھر آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے طب کی کتابیں پڑھ کر کسی طبیب کے ساتھ مطب بھی کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا، چند طبیبوں کی صحبت اٹھانے اور طب کی کتابیں دیکھنے سے یہ ملکہ حاصل ہوگیا ہے- وہ حیران وششدر ہو کر رہ گئے۔ اس کے بعد سیٹھ مذکور کا علاج کیا، جس سے ان کو صحت ہوگئی۔ واپسی میں سفر کے کل مصارف کا انھوں نے حساب سیٹھ صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ ایک پائی کا بھی فرق نہ نکلا-

ان سیٹھوں کی ناقدری کی وجہ سے دربار بھوپال بغرض ملازمت تشریف لے گئے- لیکن مجبوراً واپس ہونا پڑا۔ انھیں وگوں کی خیر خواہی کی وجہ سے راجہ امیر حسن خاں[۸۰] صاحب رئیس محمود آباد آپ کے جان کے دشمن ہو گئے تھے۔ مگر حافظ حقیقی آپ کا محافظ رہا۔ وہ آپ کے مخالف ہونے پر بھی آپ کے اخلاق و وصاف کے گرویدہ تھے...... پورب (کی) طرف ایک بہت پرانی مسجد کی پکی دیوار کھڑی تھی۔ اسی کے

Marfat.com

ایک حصہ میں مسجد کے بانیوں کی قبریں تھیں جو زمین دوز ہوگئی تھیں۔ اس سے ذرا فاصلہ پر پائخانہ تھا۔ ان سیٹھ صاحبوں نے آپ سے اس مضمون کا استفتاء لکھوا کر عالموں کے پاس بھجوادیا تھا کہ ''اگر یہ جگہ بالکل صاف کرادی جاوے اور اس کے بجائے کسی دوسری جگہ ایک عمدہ مسجد بنوادی جاوے تو شریعت اسلامیہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے''۔ علماء نے جواب دیا کہ ''یہ جگہ مسجد کے لیے نامزد ہو چکی ہے۔ یہ ہمیشہ مسجد ہی کے حکم میں رہے گی۔ اور اس کا احترام بھی کیا جاوے گا، خواہ اس میں نماز ہو یا نہ ہو۔ اس کو شہید کرا کے اس کے معاوضہ میں دوسری جگہ اس سے اچھی مسجد بنانا ہرگز جائز نہیں''۔ آپ کی حیات تک تو وہ دیوار کھڑی رہی۔ بعد کو ان لوگوں نے اسے شہید کرا کے وہیں پائخانہ بنوایا۔ لوگوں کے شور وغل سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

سید محمد حسین خاں صاحب بہادر سہوانی ناظم سرکار اودھ (جو کلکٹر محمد حسین کہلاتے تھے) انتزاع سلطنت اودھ کے بعد بھوپال کے محکمہ اپیل میں تین سو روپے ماہوار کے ملازم ہوگئے تھے۔ ایک دن ان سے نواب صدیق حسن خاں صاحب نے پوچھا کہ ''آپ اپنے نام کے ساتھ جو خان بہادر لکھا کرتے ہیں تو یہ خطاب آپ کو کس سرکار نے دیا تھا''؟ انھوں نے کہا کہ ''اودھ کے بادشاہوں نے''۔ انھوں نے اس کا ثبوت طلب کیا، تو انھوں نے کہا کہ ''غدر ۱۸۵۷ء میں سب کاغذ منتشر ہوگئے۔ اب میں اپنے دوستوں اور عزیزوں کو لکھوں گا کہ اگر کسی کے پاس اودھ کے منصب داروں کے کاغذ ہوں گے۔ جو میرے نام آیا کرتے تھے تو منگا کر پیش کردوں گا''۔ چنانچہ جہاں ان کو خیرآباد اور سیتاپور وغیرہ کے عزیزوں اور دوستوں نے اس قسم کے کاغذ انھیں بھیجے آپ نے بھی بھیجے تھے۔ وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ انھوں نے وہ (کاغذ) نواب صاحب کے سامنے رکھ دیے۔

آپ اور آپ کے کل اسلاف ہمیشہ سے سنی حنفی ہوتے چلے آرہے تھے۔ کوئی بھی اس کے خلاف نہ تھا۔ آپ کے والد صاحب نے تقریباً چھ برس کی عمر میں اپنی بیعت کے...... آپ کو حاجی حافظ سید شاہ وارث علی صاحب[81] (متوطن قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی) کا مرید کرادیا تھا۔ آخر عمر تک آپ اس بیعت پر قائم رہے کسی اور بزرگ سے تجدید بیعت نہیں فرمائی۔ خیرآباد، لاہرپور، لکھنو وغیرہ کے بزرگوں کے مزاروں پر بارہا حاضر ہوتے۔

بچپن سے آپ پر مذہب کا ایسا گہرا رنگ چڑھ گیا تھا کہ جس کی دوسری مثال مشکل سے مل سکے گی۔

Marfat.com

آپ کے نانا منشی سید امیر علی صاحب اور ان کے بھائی سید وزیر علی صاحب اور آپ کے نانہال کے مرد و عورت پکے شیعہ تھے اور آپ دن رات انھیں لوگوں میں رہتے تھے۔ آپ کے نانا کی اور ان کے بھائی کی گھر بھر میں سخت تاکید رہتی تھی کہ کوئی اس لڑکے کے سامنے اشارۃً بھی مذہب کا نام نہ (لے)- اگر کوئی ہاتھ کے اشارے سے مذہب کا اشارہ...... تو اس کا ہاتھ قلم کردوں گا۔ اگر زبان سے کوئی نامہذب کلمہ نکالے گا تو زبان کاٹ لوں گا- اگر آنکھوں کے اشارے کچھ کہے گا تو آنکھیں نکال لوں گا۔ اس بے حد تاکید پر سب گھر والے شدت سے عامل تھے۔ لیکن پھر بھی آپ ۸ رمحرم کو نانہال میں نہیں رہتے تھے۔ کاجل کی کوٹھری میں رہ کر کپڑے صاف رہیں، دریا میں رہے اور کپڑے تر نہ ہوں، کتنے بڑے کمال کی بات ہے-

آپ وہابیوں کے بھی سخت خلاف تھے۔ جیسا کہ آپ کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی، مولوی خرم علی صاحب بلہوری، نواب صدیق حسن خاں صاحب کی طرف سے بھی غیر مقلد ہونے کے باعث اچھا خیال نہیں رکھتے تھے- اس میلاد شریف میں شریک ہوتے اور قیام بھی فرماتے، جہاں سچی روایتوں (سے) پڑھنے کا التزام ہوتا- خود گھر میں بھی مولود شریف کی محفل منعقد ہوتی تھی۔ ۱۱ ربیع الثانی کو حضرت غوث الاعظم کا فاتحہ شیرینی پر دلاتے تھے۔ عشرہ محرم کے اندر کسی تاریخ میں کئی سال تک مولوی ہادی علی خاں صاحب سے مجلس پڑھوا کر کھچڑا تقسیم فرمایا کیے۔ دینی کاموں میں ہمیشہ شرکت فرمایا کرتے تھے۔ ضرورت کے وقت علمائے خیر آباد یا لکھنو سے استفادہ کر کے عمل فرماتے تھے۔ ان دنوں بریلی اور دیوبند کے اختلاف کا آج کل کی طرح زور شور نہ تھا۔ اور نہ تکفیر نویسی کی یہ گرم بازاری تھی۔ آپ ہر عالم کو واجب التعظیم سمجھ کر اس کے وعظ میں شریک ہوتے۔ اور وعظ کے علاوہ بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے- سلاطین عثمانیہ کی نسبت فرمایا کرتے کہ ان کی سلطنت سے اسلامی شان و شوکت قائم اور ان کی خلافت سے مسلمانوں کو بڑی قوت ہے۔ یہ حرمین شریفین کے خادم ہیں اور واجب التکریم اسلامی خلیفہ-

جن لوگوں سے مذہبی نزاع ہوگئی تھی، ان سے عمر بھر کے لیے قطع تعلق کرلیا تھا۔ اگرچہ ان میں بعض خاص عزیز بھی تھے...... مذہبی مناظرے سے آپ کو کچھ دل چسپی نہ تھی- زیادہ تر تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف...... کتابیں مطالعہ میں رہتی تھیں۔ اخبار بھی دیکھتے تھے- حنفی مذہب کے موافق آپ کو ہندوؤں کے

Marfat.com

یہاں کے کھانے سے پرہیز (و) گریز نہ تھا۔ بلاوجہ کسی سے تعصب نہ کرتے۔ لیکن جو کوئی آپ سے تعصب کرتا اس سے آپ بھی دور رہتے تھے۔ نفاست، صفائی اور طہارت کا بہت ہی خیال رکھتے تھے۔ فتنہ وفساد پر صلح وآشتی (کو) ترجیح دیا کرتے تھے۔ ایک عالم باعمل کی جیسی شان ہونا چاہیے، وہ بدرجۂ اتم آپ میں موجود تھی۔

آپ کو تعلیم دینے کا ڈھنگ خوب معلوم تھا۔ اگرچہ کسی نے آپ سے پوری تعلیم نہیں پائی لیکن جس قدر بھی تعلیم پائی وہ اس کے حق میں پارس ہوگئی۔ کوئی مکمل تالیف بھی آپ کی یادگار میں نہیں ہے۔ ایک قرآن شریف کے چند ورقوں پر آپ نے فارسی زبان میں حاشیہ لکھا ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب چرخی شیرازی[82] کی تفسیر[83] پر بھی فارسی زبان میں حاشیہ لکھا تھا۔ مگر وہ بھی پورا نہیں ہے۔ ''ادیب فارسی''، جس کا ذکر جناب قاضی سید الطاف حسین صاحب کے حالات میں آچکا ہے، اس (کے) مولفوں میں آپ نے بھی کافی حصہ لیا تھا۔ اور بہت سے مفید مضامین مختلف کتابوں سے انتخاب کر کے آپ نے اس میں شامل فرمائے تھے۔ ''آداب المیلاد''۔ جناب قاضی سید الطاف حسین صاحب کی تالیف سے ہے، جس کا بیان ان کے حالات میں آچکا ہے، اس پر حاشیہ آپ ہی کا ہے اور جابجا آپ نے اس کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔

''گلدستۂ ریاست''[84] جو سیٹھ سوامی دیال صاحب کے نام سے شائع ہوئی ہے، لیکن بعض مضامین کے علاوہ (جن میں عالمگیر بادشاہ پر اعتراض......) اگر یہ کہا جاوے کہ یہ کتاب آپ ہی کی تالیف سے ہے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ یہ کتاب امیروں اور زمینداروں اور تعلقداروں کے لیے نہایت ہی کار آمد ہے۔

چند بیاضیں نہایت مفید مضامین سے مملو ہیں اور بعض کتابوں میں نادر الوجود کتابوں کا خلاصہ بھی ہے۔ چند ورقوں میں سیتاپور وغیرہ کے متعلق ضروری یادداشتیں ہیں۔

علم اخلاق میں ایک کتاب کا مسودہ (تحریر) فرمارہے تھے، لیکن وہ مکمل نہ ہوسکا۔

بعض عربی درسی کتابوں پر بھی فارسی میں حاشیہ لکھا ہے، اہل علم ہی اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔

ریاضی، طبعی، طب، ہیئت، منطق، ادب، فرائض، حدیث، فقہ، تفسیر، عقائد، اعمال، احکام،

Marfat.com

صرف ونحو، تصوف، تاریخ، اخلاق، مناظرہ وغیرہ وغیرہ کی کتابوں اور خوش نویسی کا کافی ذخیرہ آپ نے جمع کیا تھا۔ جنھیں برابر دیکھتے اور فائدہ اٹھاتے رہتے تھے۔ ان میں بعض کتابیں قلمی تھیں اور اکثر مطبوعہ۔

آپ نے ۴۴ سال کی عمر پائی۔ بدھ کے دن، عصر و مغرب کے درمیان ذی الحجہ کی ۲۹ رتاریخ ۱۳۱۶ ہجری موافق ۱۰ رمئی ۱۸۹۹ء کو فالج اور استرخی کے مرض میں اپنے مکان پر انتقال فرمایا۔ سب سے آخری کلمہ جو زبان مبارک سے...... سبحان اللہ تھا۔ جمعرات کے دن بوقت ۱۲ بجے اپنے خاندانی قبرستان واقع محلہ فتن سرائے میں آپ نے زیر زمین آرام فرمایا۔ عزیزوں اور دوستوں نے آپ کو سپرد خاک کیا۔ آپ کے انتقال کے بعد سے اب تک آپ کے خاندان میں کیا کل سیتاپور میں آپ کے مثل ہر دل عزیز، وجیہہ، متدین، مدبر، وسیع الاخلاق، کثیر الاحباب، حسین وجمیل، صاحب علم، اہل کمال پیدا نہ ہوا۔ اب زمانہ کی ہوا اور ہے۔ بہت کم امید ہے کہ اب اس خاک سے کوئی ایسا جامع الصفات بزرگ پھر پیدا ہو۔

ان بزرگوں کا حال لکھ کر کاتب الحروف کو اپنی کم علمی و بے کمالی پر نظر کرتے ہوئے، یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں جناب قاضی مولوی منشی سید احمد حسین صاحب کا پوتا اور جناب قاضی مولوی منشی سید ابرار حسین صاحب کا بھانجا ہوں۔

ذرہ کبھی خورشید کے ہمسر نہیں ہوتا
قطرہ کبھی دریا کے برابر نہیں ہوتا

ان حضرات سے نسبت ضرور ہے:

گرچہ خردیم نسبتے است بزرگ
ذرۂ آفتاب تا بانیم

Marfat.com

علمائے شیعہ سیتاپور

مولوی سید مشرف علی صاحب

ابن سید محمد عسکری زید پوری رضوی سید اور سیتاپور کے محلہ قصیاں میں رہتے تھے۔ نہایت حسین و شکیل اور بہت ہی فطین و ذکی اور سحر بیان مقرر تھے۔ لکھنو کے شیعوں کے بہت مشہور مجتہد مولوی سید حسین، عرف سید میراں [۸۵] کے شاگرد رشید تھے اپنا قدیمی اور خاندانی مذہب سنی حنفی انھیں کے نذر کر کے شیعہ مذہب اختیار کیا تھا۔ ورنہ ان سے پہلے ان کے اسلاف میں کوئی بھی شیعہ نہ تھا۔ یہ شیعہ ہوئے بھی تو بہت پکے اور تبرائی۔ مذہب بدلنے کے بعد لکھنو کے بادشاہی مدرسہ کے مدرس رہے۔ اس کے بعد سیتاپور کے ان شیعوں کے پیش نماز بادشاہ اودھ کی طرف سے مقرر ہوئے جنھیں انھوں نے اپنی چلتی ہوئی تدبیروں سے شیعہ بنایا تھا۔ سیتاپور کے قیام کے زمانہ میں ان کے سوا کوئی دوسرا شیعہ جمعہ یا جماعت میں شیعوں کی امامت کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور شیعوں میں کوئی ان کے برابر ذی علم بھی نہ تھا۔ اودھ کے بادشاہ نے علاوہ امامت کے یہ خدمت بھی ان کے سپرد کی تھی کہ سیتاپور اور اس کے گرد و نواح کے قصبوں میں جتنے قدیمی اور خاندانی سنی ہیں، انھیں بحث مباحثہ سے یا عہدے، وثیقے، جاگیر وغیرہ وغیرہ کے ذریعہ سے شیعہ بناؤ اور شیعہ مذہب کی تبلیغ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ ان کے خاص عزیز سید نوازش علی اس کام میں ان کے وزیر و معین ہوئے۔ انھوں نے خاندانی نوعمر شریف زادوں میں اس مذہب کی خوب ہی اشاعت کی۔ جو کم علم اور اپنے مذہب سے واقف نہ تھے، انھیں اپنی سحر بیانی سے شیعہ مذہب کی محاسن دکھا کر خاندانی مذہب سے برگشتہ کیا اور جو نوجوان حسین عورتوں کے خواہش مند تھے، شیعہ ہو جانے کی شرط پر ان سے شیعہ عورتوں کا نکاح کرا دیا۔ جو جاگیر اور عہدے اور نان کار اور پینشن چاہتے تھے، ان کی یہ تمنا

Marfat.com

بھی پوری کی۔غرض جس طرح بھی ہوسکا، اس مذہب کی اشاعت کرتے رہے۔

اس وقت سیتاپور میں جس قدر بھی شیعہ موجود ہیں، ان میں فی صدی ۹۰ شیعوں کے گھرانے ایسے ہیں جن کے بزرگوں کو انھیں نے رافضی بنایا تھا- اب یہ شیعہ لوگ مدعی ہیں کہ ہمارا خاندان ہمیشہ سے مذہب رکھتا تھا یہ جس کو شیعہ بناتے تھے تو اس کے محض اس قدر کہہ دینے پر یقین نہ کرتے تھے کہ میں شیعہ ہو گیا بلکہ باقاعدہ اس کے یا اپنے مکان پر اپنے بنائے ہوئے شیعوں کی سب وشتم مجلس منعقد کرتے اور اس میں اس تارک مذہب کو مدعو کرکے اس کی زبان سے اس کے سنی اسلاف کا نام لے لے کر تبرا کہلاتے اور مقدسینؓ امت محمدیہؐ کے مبارک ناموں پر اسے ختم کرکے اپنا اور اس کا نامۂ اعمال سیاہ کرتے تھے۔ اس وقت وہ شیعوں میں شمار کرنے کے قابل ہوتا تھا۔

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد

مذہب معلوم اہل مذہب معلوم

جن لوگوں کو انہوں نے شیعہ بنایا تھا، ان میں بعضوں کے سنی باپ دادا وغیرہ موجود تھے- پانچوں وقتوں کی نمازوں کے بعد وہ انھیں بددعا دیتے کہ جس طرح مشرف علی نے ہماری اولاد کو برباد کیا ہے اسی طرح یہ اور اس کی اولاد برباد ہو۔ آخر ان دل جلوں کی بددعاؤں کا یہ اثر ہوا کہ ان کے لڑکے اور لڑکیاں کُل کی کُل پاگل اور مجنوں ہوگئیں-کسی کے بھی ہوش وحواس درست نہ رہے۔ان کے ایک بیٹے محمد حسین کو کاتب الحروف نے بھی دیکھا تھا۔قد وقامت اور شکل وصورت اور بول چال بری نہ تھی لیکن دماغ کا یہ حال تھا کہ کاغذوں کا پشتارہ باندھے دربدر بھیک مانگتے پھرتے تھے۔حالاں کہ ان کے خاص عزیز ان سے کہتے رہتے تھے کہ آپکی کل ضرورتوں کو ہم پورا کردیں گے لیکن وہ گداگری سے باز نہ آتے تھے-جو کوئی ان سے پوچھتا کہ یہ کاغذ کیسے ہیں جنھیں آپ لیے پھرا کرتے ہیں؟ تو آپ جواب دیتے کہ یہ بادشاہی فرمان ہیں، اس لیے انھیں ساتھ رکھتا ہوں کہ کہیں کوئی چرا نہ لے جاوے-اسی حالت میں وہ فوت ہوگئے۔ان کا مکان بالکل ویران اور وحشت کدہ ہے۔کوئی متنفس بھی اس میں رہنا پسند نہیں کرتا-

مولوی صاحب نے آخر عمر میں کربلا جانے کا قصد کیا تھا۔ پہلے اپنی تسبیح سے استخارہ کیا، اس کے بعد کل شیعوں کی تسبیحوں سے۔ ہر تسبیح کے استخارہ سے انھیں اجازت مل گئی، لیکن بمبئی پہنچنے پر ملک الموت سے ملاقات ہوگئی نہ وطن آسکے نہ کربلا پہنچ سکے۔

Marfat.com

دل کی دل ہی میں رہی

ارمان سارے چل بسے

یہ ۱۲۵۵ ہجری تک حیات تھے [۸۶] اس کے بعد دنیا سے سدھارے۔ انھوں نے ایک کتاب میں حضرت خلیفہ ثانی عمر فاروقؓ اور مذہب حنفیہ پر اعتراضات کیے تھے، جس کا ذکر جناب قاضی سید احمد حسین صاحب کے حالات میں آچکا ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کتاب شائع ہونے سے پہلے ہی تلف ہوگی۔

بزرگش نخوانند اہل خرد

کہ نام بزرگاں بزشتی برد

Marfat.com

مفتی سید علی احسن

ابن سید محمد حسن - تاریخ ولادت ۱۲۲۳ھ بمقام فیض آباد - رضوی زید پوری سید تھے اور سیتاپور کے محلہ قضیاں میں قیام تھا - ان کے باپ تک اس سلسلہ کے لوگ تمام ذکور اناث خرد و بزرگ سنی ہی ہوتے چلے آرہے تھے - یہ اپنی ذات سے محض دنیاوی وجاہت اور لکھنو کے درباری امیروں کی صحبت سے متاثر ہو کر شیعہ ہوئے۔ آپ جاہل و بے علم نہ تھے۔ لکھنو میں ایک امیر کے یہاں ملازم تھے۔ وہاں سے دونوں وقت آپ کے لیے کھانا آتا تھا - ایک بار رمضان شریف میں ایک اجنبی شخص آپ کا ناخواندہ مہمان ہوا۔ آپ کے لیے جو کھانا آتا وہ اسے مہمان کو کھلا دیتے اور آپ چنے چبا کر بسر کرتے تھے۔ تمام رمضان کا مہینہ آپ نے یوں ہی گزارا - باوجود اختلاف مذہب ہونے کے بعض اہل سنت والجماعت بھی آپ کی نیک نفسی کے معترف تھے۔ آپ بحکم بادشاہ اودھ مقام محمدی (ضلع لکھیم پور کھیری) میں عہدۂ افتا پر فائز تھے - انھیں دنوں محمدی کے راجہ نے آپ سے کہلا بھیجا کہ اگر آپ میرے ایک کاغذ پر (جو سراسر شرع شریف کے خلاف تھا اور اس سے دوسرے حق داروں کا حق تلف ہوتا تھا) اپنی مہر کر دیں تو جو رقم آپ مانگیں میں فوراً پیش کر دوں - آپ نے صاف انکار کر دیا۔ جس سے آپ کی دیانت و امانت کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ مال و دولت کو مذہب کے مقابل ہیچ سمجھتے تھے۔ آخر میں آپ شیخ بندہ علی خاں لکھنوی کے لڑکوں کے پڑھانے پر مقرر ہوئے تھے۔ اسی ملازمت میں معمر ہو کر سیتاپور میں فوت ہوئے۔ اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ ذی علم اور فارغ التحصیل یہی تھے۔ ان کے بعد سے آج تک زید پوری میں کوئی ایسا صاحب علم نہیں ہوا۔ ان کی علمی یادگار کوئی نہیں ہے۔ ۱۲۵۷ ہجری تک آپ کی حیات کا پتہ چلتا ہے۔

Marfat.com

مولوی سید نثار حسین

ابن سید نیاز علی رضوی۔ زید پوری سید تھے اور محلہ قصیاں میں مکان تھا۔ ۱۲۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے بعد عربی، فارسی اپنے زمانہ کے شیعہ علما سے حاصل کی اور بعض عربی کتابیں مولوی مظہر علی صاحب حنفی غازی پوری، خیر خواہ سرکار انگلشیہ مقیم نئی بستی سیتاپور سے بھی پڑھیں، جو بہت بڑے فاضل تھے۔ یہ ضلع لکھنو کی ریاست سلیم پور[87] میں راجہ شعبان علی خان[88] کے یہاں عرصہ تک پیش نماز رہے۔ ان کو کتابیں جمع کرنے اور دیکھنے کا بہت ہی شوق تھا۔ تمام عمر اسی شغل میں بسر ہوئی۔ مذہبی جھگڑوں سے بالکل الگ رہتے تھے۔ آخر عمر میں پیرانہ سالی و نیز ضعف جسمانی و نیز ضعف بصارت کی وجہ سے وطن چلے آئے تھے۔ تاحیات راجہ مذکور کے یہاں سے انھیں پینشن ملتی رہی۔ زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے ان کے حواس میں بھی بہت فرق آ گیا تھا۔ ان کے چھوٹے بیٹے سید مظاہر حسین نے ان کی بہت ہی خدمت کی۔ اہل وطن کو ان کے علم اور کتابوں سے کچھ فائدہ نہیں پہنچا۔ انھوں نے ایک مختصر کتاب خم قدیر کی بحث میں لکھی تھی۔ اس میں ظہیر فاریابی مشہور شاعر پر اعتراض کیا تھا، جو مذہباً سنی تھا۔ یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔ تخمیناً ۲۵ برس ہوئے کہ سیتاپور ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ اور ان کے انتقال کے ساتھ ہی زید پور کے سیدوں سے علم بھی رخصت ہو گیا۔ اب ایسا ذی علم اور مرنجاں مرنج طبیعت کا آدمی اس سلسلہ میں کوئی نہیں ہے[89]۔

....

Marfat.com

ترقیمہ

کاتب الاوراق احقر الکونین سید الیاس حسین ساکن سیتاپور

محلہ قضیارہ ۱۰رذی الحجہ ۱۳۶۳ ہجری

مطابق ۲۸رنومبر ۱۹۴۴ عیسوی

یہ مضمون علمائے سیتاپور کا مولوی حکیم بہاؤالدین صاحب گوپاموی (حافظ امیر احمد صاحب لاہر پوری مرحوم کے داماد) کے طلب کرنے پر انھیں بھیجا تھا، اس کی نقل کر کے انھوں نے --- واپس کر دیا۔ مصنف)

Marfat.com

ضمائم:

تذکرہ مولانا شیخ امام الدین

جناب مولوی امیر علی صاحب امیر سیتاپوری

جناب مولوی حکیم شیخ اکرام علی صاحب فاروقی حنفی

مصنفین سیتاپور کی تصانیف

Marfat.com

تذکرہ مولانا شیخ امام الدین قدس سرہ

آپ کے والد ماجد حضرت شیخ شاہ غلام احمد الدین احمد اور جدّ امجد حضرت اوحد شاہ المعروف بہ مولوی بدر الدین بھی چشتی قادری حنفی کامل بزرگوں اور مشہور صوفیوں میں سے تھے۔ وطن آپ کا رہتک اور جدی نسب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے خاندان میں بڑے بڑے کامل ولی اور عالم وفاضل اور مرتاض ہوئے ہیں جو سلسلہ چشتی یا قادری میں منسلک تھے، اور لوگوں کو انھیں دو سلسلوں میں مرید بھی کرتے تھے۔ سجادہ نشینی اور درس تدریس کا طریقہ بھی جاری تھا۔

آپ نے علوم مروجہ یعنی حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، صرف، نحو، ادب، منطق، مناظرہ، ریاضی، حساب وغیرہ میں پوری دست گاہ حاصل کر کے علوم باطنی کی طرف توجہ فرمائی۔ اور چوں کہ علوم دینیہ کی تکمیل حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں ہوئی تھی، علوم باطنی میں بھی شاہ صاحب ہی کے شاگرد ہونے کو اپنا افتخار سمجھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں شاہ صاحب کی باطنی توجہ سے کل مدارج تصوف طے کر کے با کمال متصوفین کی بزم میں صدر نشینی کے قابل ہو گئے۔

افسوس، جیسے آپ کے حالات وکمالات علمی سے لوگ اب تک ناواقف ہیں، ویسے ہی آپ کی نادر اور مفید تصانیف بھی گمنامی کی حالت میں گنج مخفی کے طور پر پرانے کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں اور ردی حالت میں ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے نہ کوئی آپ کی کتاب اب تک چھپی ہے نہ کسی مورخ نے آپ کا تذکرہ کسی تاریخ میں لکھا ہے۔ خود میرے کتب خانے میں آپ کی کتابوں کا کافی ذخیرہ موجود ہے، جن میں بعض کے نام آخر میں درج ہیں۔ آپ فارسی علم میں بھی پوری استعداد رکھتے تھے شفیعہ، شکستہ، عربی، نستعلیق نہایت پختگی اور لطافت کے ساتھ لکھتے تھے۔ انشائے فارسی میں بھی ویسی ہی قدرت حاصل تھی جیسی عربی علم وادب میں۔ اس کا ثبوت آپ کی فارسی تحریر بخوبی دیتی ہے۔

Marfat.com

آپ فتوے نویسی میں ہمیشہ اعتدالی طریقہ اختیار کرتے اور تحقیقات کا پہلو اور تطابق ملت حنفیہ بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے اکثر شرعی مسائل کو طریقت کے مسلکوں کے مطابق کر کے لکھتے، جو ایک اہم کام سمجھا جاتا ہے۔ آپ کی مہر کی شکل یہ تھی:

۱۹۲۶ امام الدین

اور دستخط کا عام طریقہ یہی تھا: خادم الطالبین امام الدن عفی عنہ

امراء اور روسا اور آپ کے متمول شاگرد آپ کی ملاقات اور خدمت کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ صدر مقام اگر چہ دہلی تھا، لیکن چوں کہ صوفیائے کرام کی صحبت آپ کو بہت پسند تھی اور سیاحت کا شوق بھی تھا۔ اس لیے کبھی کبھی لکھنو اور خیر آباد بھی تشریف لا کر مہینوں قیام فرماتے اور یہاں کے اہل کمال کی صحبت سے محظوظ ہوتے تھے۔

آپ چشتی قادری مشرب خود بھی تھے اور لوگوں کو انھیں خاندانوں میں مرید بھی کرتے تھے اور انھیں گھرانوں کے ذکر و شغل وغیرہ تعلیم فرماتے تھے۔ آپ کے شاگرد بہت اور مرید کثرت سے تھے۔ مجھے دو بزرگوں کے نام معلوم ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) جناب مولوی شیخ فضل امام ابن شیخ محمد اسلم ابن قاضی ہبت اللہ بہرا یچی فاروقی چشتی۔

(۲) جناب مولوی قاضی منشی سید احمد حسین چشتی قادری جعفری ویاجی نیشاپوری، رئیس سیتاپور، قاضی تحصیل مصرکھ۔

موخر الذکر آپ کے شاگرد رشید اور مرید بھی تھے۔ ان سے آپ کو بہت محبت تھی۔ یہاں تک کہ جب آپ اپنے وطن تشریف لے گئے اور شاگرد و استاذ میں بعد ہو گیا، تب بھی باہم مراسلات جاری رہی اور تمام عمر رشتہ [illegible] منقطع نہ ہوا۔ ان مراسلات سے اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اپنے شاگرد سے کس قدر محبت تھی

آخر عمر میں آپ اپنے وطن تشریف لے گئے اور وہیں بقیہ عمر گزاردی اور واصل بحق ہوئے۔ ۱۲۵۸ ہجری تک آپ بقید حیات تھے، اس کے بعد کا پتہ نہیں۔

اب میں آپ کی ان تصانیف کا ذکر کرتا ہوں، جو میرے پاس موجود ہیں اور اب تک نہیں چھپی ہیں۔ ان کتابوں کو دیکھنے سے آپ کے تبحر علمی اور فضل و کمال کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ وہ کتابیں یہ ہیں:

Marfat.com

(۱) ''رسالۂ نکاح''۔اردو

(۲) ''رسالہ در بحث مسائل جبر واختیار''۔فارسی

(۳) ''کتاب مسائل حیض ونفاس برائے عورات''۔اردو

(۴) ''تقریر مولوی صاحب در بارۂ حرمت متعہ بجواب بارقۂ ضیغمہ، مولفہ مولوی سید محمد ابن مولوی دلدار علی نصیر آبادی امامیہ مذہب در باب حلت متعہ''۔

(۵) ''اشکال اربعہ در بحث مساحت واقلیدس''۔عربی

(۶) ''تحیۃ المناظرین در علم مناظرہ''۔فارسی

(۷) ''تحفۃ الناطقین در علم منطق''۔فارسی

(۸) ''کتاب ردوہابیہ''۔اردو۔اس میں وہ سوال معہ جواب کے تحریر ہیں، جو مولوی عبدالحئی صاحب دہلوی غیر مقلد سے اور مولوی صاحب ممدوح سے جامع مسجد دہلی میں ہوئے تھے۔

(۹) ''کتاب الذبائح''۔عربی

ان کتابوں کے علاوہ آپ کے خطوط سے بھی ایک چھوٹا سا فقہی رسالہ تیار ہو سکتا ہے، کیوں کہ کوئی خط ہدایات اور حل مسائل اور نصائح دینی سے خالی نہیں ہے۔

آپ کی ایک غزل اور چند اشعار آپ کے شاگرد رشید کی بیاض میں ملے ہیں، جو درج ذیل ہیں۔سخن سجان معانی مرتبۂ شاعری کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں:

یارب از تو بادل مشتاق یاری ہا کنم — تا در ہر دو حرم را مسجد و ملجا کنم

ہر حریم مرقد شیخین و اطہار بقیع — ہم ضریح کربلا و ہم نجف مرعےٰ کنم

برسرِ عزم دلم خواہد کہ شور شہا کنم — پس محل فخر منظر مسجد اقصیٰ کنم

وز زیار تہا سے عتبات دگر گیرم شرف — کاظمین و مشہد و بغداد راما واکنم

سنگ اسود در قیامت شاہد عالم بود — درصفاو مروہ و عرفات استعا کنم

کے شود کا ندر منا در مجمع و جم غفیر — منخرط گرویدہ و در بیت عشق اضحیٰ کنم

زود باشد کیں تمنا یم بر آری اے خدا — تارہ شام وعرب طے بہ سر دریا کنم

Marfat.com

بازگردو آدم اے رب سوے غربت خانہ | سیر ضع پاک تو در بلدہ وصحرا کنم
نیز از درگاہ تو ایں آرزو دارم آلہ | با احبا قطع راہ یثرب و بطحا کنم
دیگر ایں دارم تمنا از جناب پاک حق | ذکر علم ظاہر و باطن بہ ہر ہر جا کنم
ہر چہ از اہل و عیال و قرباہ دوستاں | واگزارم دیدنش در صحبت بشریٰ کنم
گر مرا خوانی بسوے حضرت خودا ے قدیر | باشہادت در جوار جدو اب ملوا کنم

بندہ ام عاصی امام الدین آلہی باہمہ
عود با خیر تن و مال از زیار تہا کنم

اشعار مدحیہ سید سالار مسعود غازی

عارف و واصل بحق سید سالار ہند | گشتہ براہ خدا قاتل کفار ہند
ہر کہ شدہ بر درت مطلب خود یافتہ | مقصد من ہم بخواہ اے شہ داوار ہند
اصل من است عرب سید و صد یقیم | باز شدم از سنین ساکن دیاّر ہند

چوں کہ دریں روز ہا پیش تو آمد اما
حاجت دنیا و دیں بخش دریں دار ہند

(''الناظر'' لکھنؤ، مئی ۱۹۱۵ء)

Marfat.com

جناب مولوی امیر علی صاحب امیر سیتاپوری مرحوم

آپ سیتاپور کے محلہ بنگلہ میں رہتے تھے- فارسی میں آپ کو بڑی قدرت حاصل تھی۔ تاریخ، سجع اور مختلف اصناف شاعری میں لاجواب تھے۔ کیمیا بنانے کا بے انتہا شوق تھا، مگر ہمیشہ ایک آنچ کی کسر ہی رہی، کبھی کامیابی نہ ہوئی- معلمی میں عمر گزری اور افلاس، جو اہل کمال کا غم خوار و ہمدم ہے، آپ کا بھی انیس رہا-

ایک بار کسی شاہی تقریب میں آپ نے ایک تاریخ کہی تھی۔ بادشاہ نے ایک دوشالہ اور وہ انعام تجویز فرما کے تحویل دار کو حکم دے دیا، مگر اہل کاروں نے اس میں بھی تغلب و تصرف کیا اور آپ کو بہت کم حصہ ملا، تمام عمر میں آپ کو شاعری سے صرف اسی قدر نفع ہوا۔ غزلیں اور قصیدے بھی کہتے تھے اور سب میں امیر تخلص فرماتے-

خوش نویسی میں یاقوت رقم خاں لکھنوی کے شاگرد تھے۔ تیس قسم کے خط، جو اسی زمانے کے خوش نویسوں میں شہرت رکھتے تھے اور مسلم تھے اور ان کے تحریر کے مختلف طریقے اور مختلف نام تھے، جن میں سے بعض مشہور خطوں کے نام یہ ہیں۔ نسخ، نستعلیق، طغرا، شفیعہ، شکست، درّی، شجری، غبار، ثلث، توام، وغیرہ وغیرہ- ان سب پر آپ کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ سیتاپور کی آبادی کی تاریخ سے آج تک اس جامعیت اور کمال کے ساتھ کوئی خوش نویس اس سرزمین میں نہیں پیدا ہوا۔ اور اب چوں کہ زمانہ کی ہوا بدلی ہوئی ہے، اس لیے امید نہیں کہ آئندہ بھی کوئی خطاط اس قسم کا اس خاک سے پیدا ہو۔ باوجود اس قدر کمال کے نہایت کس مپرسی اور گم نامی اور مفلسی میں زندگی بسر ہوئی۔ حکیم فن حضرت شیخ سعدی کا کیا سچا مقولہ ہے:

اگر ہر ہر موئے تو صد ہنر باشد   ہنر بکار نہ آید چو بخت بد باشد

بعض روایات سے آپ کا حنفی ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض واقعات اس کے خلاف بھی بتائے جاتے ہیں- آپ کی نسبی حالت ناقابل ذکر ہے اور ہمارے موضوع سے خارج۔ غدر سے تھوڑے عرصے کے بعد

Marfat.com

آپ یہیں اپنے وطن میں فوت ہوئے اور یہیں آپ کی قبر بنی جو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خام ہونے کے باعث سے مٹ گئی۔

قصیارہ کے بڑے امام باڑے کے پھاٹک پر سورۂ اخلاص بخط طغرا آپ کی دست کاری کی شہادت زبان حال سے دے رہا ہے۔ آپ کی تمام نظموں میں سے صرف ایک سجع کالے خان کا ملا ہے، جو آپ نے نظم فرمایا تھا۔ وہ درج ذیل ہے اور کلام آپ کا تلف ہو گیا۔ اور کتبے بھی ضائع ہو گئے:

سوختم چنداں کہ کالے خان شدم

آپ کے صاحبزادے مولوی واجد علی بھی قابل شخص تھے۔ فارسی میں اچھی استعداد رکھتے تھے۔ خوش نویس بھی تھے مگر وہ باپ کی ایسی لیاقت کہاں۔ عرصہ تک سیتاپور کے ہائی اسکول میں مدرس رہے اس کے بعد یہیں وفات پائی اور آگے نسل نہ چلی۔ انھیں پر خاتمہ ہو گیا۔ ان کی مذہبی حالت بھی ان کے باپ کی مذہبی حالت سے مشابہ تھی۔

(''الناظر'' لکھنو، اگست ۱۹۱۵ء)

Marfat.com

جناب مولوی حکیم شیخ اکرام علی صاحب فاروقی حنفی مرحوم

حکیم صاحب موصوف سیتاپور کے رئیس اور محلہ شیخ سرائے میں سکونت پذیر تھے۔مرحوم کے والد ماجد کا نام شیخ احسان علی صاحب تھا۔حکیم صاحب مغفور کے آباواجداد ارباب تصوف میں شمار ہوتے تھے،لیکن خدائے دنیاوی مال وجاہ سے بھی سرفراز کیا تھا-دربارشاہی میں مناصب جلیلہ پرممتاز تھے۔محمد شاہ بادشاہ دہلی اور لکھنو کے دربار سے ان کے لیے جاگیریں اور وظائف معین تھے۔حکیم صاحب مرحوم کا نسب نامہ حضرت خواجہ شیخ فریدالدین عطار کے واسطے سے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ہے۔حکیم صاحب کا خاندان علم دوست اور باعمل تھا-

حکیم صاحب کے والد ماجد صرف نو سال کی عمر میں باہر چلے گئے۔لیکن آپ فطرۃً ایسے شائق علم تھے کہ اسی حالت میں آپ کلکتہ کو تحصیلِ علم کی غرض سے چلے گئے اور اپنے ذاتی شوق اور جفاکشی سے علم حاصل کیا اور کلکتہ کے مدرسہ عالیہ عربیہ میں،جواب بھی موجود ہے اور گورنمنٹ اس کی سرپرست ہے،داخل ہوئے۔اور وہاں کے نصاب کو نہایت محنت اور لیاقت سے ختم کیا اور سند حاصل کرکے دہلی گئے اور وہاں کے مشہور اور مستند علماء کو امتحان دے کر سند حاصل کی اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے اور پھر وطن واپس آ کر عقد کیا۔بعد چندے سرکار انگلشیہ کو اپنی طرف سے دارالافتاء قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی،چناں چہ آپ کا انتخاب بحیثیت مفتی اجمیر شریف کے لیے تین سو روپیہ ماہوار پر ہوا اور آپ نے اس نازک اور اہم کام کو نہایت خوبی سے انجام دیا-

حکیم صاحب کو اپنی خدمت مفوضہ کے انجام دینے کے بعد جو وقت ملتا وہ مریضوں کی دیکھ بھال اور ہدایات طبی میں صرف کرتے اور آپ کے دست شفا اور تشخیص کامل سے بیماروں کو صحت حاصل ہوتی۔اتفاقاً آپ کے والد جو باہر چلے گئے تھے اور مفقود الخبر تھے،ان کو اپنے لائق فرزند کے حالات کی اطلاع ہوگئی مگر قبل اس کے آپ کے والد نے کسی شخص کو متبنی کرلیا تھا اور اس متبنی کو یہ یقین ہوگیا کہ اب ان بچھڑے ہوئے باپ

Marfat.com

اور لڑکے کے ملنے سے میری قدر نہ ہوگی۔ اس کمبخت نے ان کو (حکیم صاحب کے والد کو) زہر دے کر مار ڈالا اور سب مال لے کر چل دیا۔ حکیم صاحب اپنے والد کے بلانے کے منتظر تھے، لیکن نیرنگئی زمانہ نے ان کو اس جگر خراش سانحہ کی خبر سنائی۔ حکیم صاحب کو اس خبر وحشت اثر سے حد درجہ رنج و ملال ہوا۔ مگر بجز صبر کے کیا چارہ تھا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

الغرض حکیم شیخ اکرام علی صاحب مرحوم ایک عالم باعمل اور حد درجہ خلیق و منکسر تھے۔ ۱۲۵۲ ہجری میں بمقام سیتاپور محلہ شیخ سرائے آپ نے ایک شاندار مسجد جامع تیار کرائی، جو اب تک موجود ہے۔ آپ نے ''اخوان الصفا'' عربی کا ترجمہ سلیس اردو میں حسب ہدایت ڈاکٹر گلکرسٹ صاحب کیا۔ یہ ترجمہ بہت پسند اور مقبول ہوا اور کئی بار چھپا۔ نواب شمس العلماء سید امداد امام صاحب پٹنہ نے اپنی مصنفہ کتاب ''کاشف الحقائق'' معروف بہ ''بہارستان سخن'' میں اس ترجمہ کی تعریف کی ہے۔

حکیم صاحب نے ۱۲۵۳ ہجری میں بمقام اجمیر انتقال کیا۔ آپ کا مقبرہ تعمیر کیا گیا ہے اور ہر سال عرس ہوتا ہے۔

(''الناظر'' لکھنو، نومبر ۱۹۱۵ء)

Marfat.com

مصنفین سیتاپور کی تصانیف

(جناب قاضی سید الیاس حسین صاحب سیتاپوری، فارسی زبان کے ماہر اور طرز قدیم تدریس کے محافظ، پرانی وضع کے دل دادہ اور قدیم تہذیب کے حامل ہیں۔ شعر کہتے نہیں مگر سخن سنجی اور نکتہ پروری کا بڑا ملکہ رکھتے ہیں۔تقریباً ربع صدی سے مدرسۂ عربیہ نیازیہ خیرآباد ضلع سیتاپور میں مدرس فارسی ہیں۔ حاملان علوم قدیمہ کی طرح موصوف بھی زمانہ کی ناقدری کا شکار اور خاموشی سے علمی، تاریخی اور ادبی خدمت کرنے کے عادی ہیں۔ وطن سے باہر نکلنا کبھی گوارا نہیں کیا، نہ اپنی تمام صلاحیتوں کے باوجود نام و نمود اور شہرت و وجاہت کے خواہاں ہوئے۔اسی وجہ سے طبقۂ اہل علم موصوف سے ناواقف رہا۔اوقات فرصت میں اعلیٰ مضامین کے اقتباسات اور ملکی و وطنی اہم معلومات اپنے روزنامچوں میں درج کرتے رہتے ہیں۔عمدہ اشعار کا ذخیرہ بھی اسی طرح جمع کرتے رہتے ہیں۔ بیسیوں ضخیم مجلدات کا مجموعہ قاضی صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ مجھے ان کے دیکھنے کا کئی بار اتفاق ہوا ہے۔ بڑا کارآمد ذخیرہ ہے۔

میرے لکھنے پر موصوف نے مقامی مصنفین کی اردو تصانیف کی فہرست مرتب کر کے ارسال فرمائی اور خانہ کیفیت میں مفید معلومات کا اضافہ بھی کیا۔

مدیر ''مصنف'' کی فرمائش پر اشاعت کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

ہندوستان کے مصنفین بلاد و قصبات کی مصنفات کی فہارس اگر اسی نہج پر اہل ذوق حضرات مرتب کر کے شائع کراتے رہیں تو علم کی بڑی خدمت ہوگی اور ہزاروں مطبوعہ و غیر مطبوعہ گوہر نایاب منظر عام پر آجائیں گے۔ میں خود بھی مسلم یونیورسٹی لٹن لائبریری کی گمنام مگر نادر کتابوں کے بارے میں قارئین ''مصنف'' کے لیے کچھ نہ کچھ پیش کرتا رہوں گا۔

محمد عبدالشاہد خاں شروانی

(اورینٹلسٹ، لٹن لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

Marfat.com

شمارہ	نام کتاب	تصریح علم و فن	نام مؤلف یا مصنف یا مترجم	ضخامت جلدوں کی صورت میں	قلمی یا مطبوعہ	کیفیت
۱	طوفان نوح	تاریخ	مولوی منشی سید اکبر علی صاحب نقوی، آملی، حنفی، قادری، ساکن سیتاپور محلہ قضیارہ	جدول کی صورت میں	مطبوعہ	صرف ایک بار نقشہ کی صورت میں شائع ہوا تھا، اب نایاب ہے۔
۲۔	تاریخ مسعودی	تاریخ	"	۲ جزو	مطبوعہ	حضرت سید سالار مسعود غازی بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مختصر کتاب ہے۔ ایک ہی بار شائع ہوئی۔ اب نایاب ہے۔
۳۔	مرآۃ النکاح	نصیحت	"	۳ جزو	مطبوعہ	یہ کتاب ایک ہی بار چھپی تھی، اب نایاب ہے۔ اس کتاب میں جوان بیوہ عورتوں کے نکاح نہ کرنے کی خرابیاں درج ہیں اور نصیحت آمیز حکایتیں بھی تحریر ہیں۔
۴۔	مجموعۂ فتاویٰ حنفیہ	فقہ	"	تقریبا ۱۰ جزو	قلمی	اس میں ضروری فتوے درج ہیں۔ کسی کی فارسی عبارت ہے اور کوئی اردو میں ہے۔ یہ فتووں کا مجموعہ چھپا نہیں ہے۔

Marfat.com

۵-	ترجمہ کتاب منقبت سلطانی	تصوف و تاریخ	〃	۸جزو	قلمی	علامہ شیخ عبدالحمید صاحب چاندپوری کی فارسی کتاب منقبت سلطانی سے بعض مقام کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب حاجی قادری شاہ سید عبدالرحمن صاحب الملقب بہ سید شاہ سلطان صاحب ولایت قصبہ آٹ کے حالات میں ہے، جو مترجم صاحب کے جدامجد اور آٹ کے سیدوں کے مورث اعلی تھے۔ آٹ ضلع سیتاپور کی تحصیل معرکہ میں مشہور مقام ہے۔
۶-	تاریخ سیتاپور	تاریخ	〃	۱۰جزو	قلمی	اس کتاب میں سیتا پور کے تاریخی واقعات اور ضروری اور مفید یادداشتیں درج ہیں۔ یہ کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ غیر مرتب صورت میں ہے۔
۷-	〃	〃	〃	۱۶جزو	قلمی	〃
۸-	〃	〃	〃	۱۰جزو	قلمی	〃
۹-	مجرب اعمال	اعمال	〃	۱۲جزو	قلمی	مجرب عمل اور تعویذ درج ہیں۔ چھپی نہیں ہے۔
۱۰-	〃	〃	〃	〃	قلمی	〃
۱۱-	نصائح و ہدایات	نصائح و تجارت	〃	۴جزو	قلمی	〃
۱۲-	انساب و شجرات	انساب	〃	۱۵جزو	قلمی	اپنے اور سیتاپور وغیرہ کے خاندانوں کے نسب نامے اور شجرے اور ضروری حالات۔ چھپے نہیں ہیں۔
۱۳-	تاریخی اور علمی یادداشتیں	مختلف	〃	۲۰جزو	قلمی	یہ مختلف کتابوں کے انتخابی مضامین غیر مرتب صورت میں ہیں، جن سے ایک نہایت ضخیم اور مفید کتاب تیار کی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

۱۴-	تحفۂ حیدری	مناظرہ	۰	۰	قلمی	یہ کتاب چھپی نہیں، شیعہ مذہب کے رد میں ہے-
۱۵-	ہدایۃ الاسلام	فقہ	۰	۰	قلمی	شیعہ سنیوں کے نکاح کے جائز اور ناجائز ہونے کے بحث میں ہے- علماء کے فتوے وغیرہ درج ہیں-
۱۶-	مراۃ الربا	فقہ	۰	۰	مطبوعہ	یہ کتاب سود کی حرمت میں ہے -صرف ایک بار چھپی تھی، اب نایاب ہے-
۱۷-	جدول قصہ حضرت یوسف	تاریخ	۰	نقشہ ایک ورق کا	مطبوعہ	ایک بڑے ورق پر چھپا تھا-حضرت یوسف کا مختصر بیان تاریخی اور تفسیری حوالوں سے لکھا گیا تھا-اب نایاب ہے-
۱۸-	ہدایۃ الغافلین	مناظرہ	۰	۱۰جزو	قلمی	یہ کتاب ناتمام ہے-شیعہ اور سنیوں کے اختلافات کا بیان ہے-
۱۹-	مثنوی تبصرۃ الایمان	مناظرہ	۰	۵جزو	قلمی	شیعہ مذہب کے رد میں یہ مثنوی تھی- چھپنے سے پہلے تلف ہوگئی-
۲۰-	انتخاب تواریخ	تاریخ	۰	۱۲جزو	قلمی	مختلف تاریخوں کا مفید انتخاب ہے- چھپا نہیں-
۲۱-	ترجمہ مرآۃ مداری	تاریخ	مولوی منشی سید مہر علی برادر ممدوح الصدر	۵جزو	مطبوعہ	حضرت شاہ بدیع الدین صاحب یکنوری کے حالات میں ایک مشہور کتاب کا ترجمہ ہے- منشی صاحب نے اودھ کے بادشاہوں کی اخبار نویسی کے دنوں میں اس کا ترجمہ کر کے لکھنو کے مطبع اثنا عشری میں چھپوایا- مالک مطبع نے اسے نہایت بری صورت میں چھاپ کر اپنے تعصب کا اظہار کیا-کتاب میں ایسے مضامین شامل کردیے جن سے یہ ثابت ہو کہ مترجم شیعہ مذہب سے ہے-

Marfat.com

۲۲-	کتاب ردمذہب نصاریٰ	مناظرہ	،	-	مطبوعہ	عیسائیوں کے رد میں ایک ضخیم و بے مثل کتاب تھی۔اب نایاب ہے
۲۳-	آداب المیلاد	میلاد شریف کے آداب میں	مولوی منشی قاضی سیدالطاف حسین صاحب سیتاپوری	۱۲ صفحات	مطبوعہ	مولف موصوف جناب مولوی سیداکبرعلی صاحب ممدوح الصدر کے بڑے صاحب زادے اور سیتاپور کے قاضی تھے۔اس کتاب کا تاریخی نام "القول القوی الطیف فی آدب المولدشریف۔ایک بارچھپی تھی،اب نایاب ہے۔
۲۴-	کتاب رد وہابیہ	مناظرہ	،	۲جزو	قلمی	وہابیوں کے رد میں ہے۔ اس کا صرف مسودہ ہی ہوا تھا۔چھپی نہیں۔ اس کے آخر میں بعض مضامین مولانا مولوی حاجی قاری حکیم منشی اعظم حسین صاحب صدیقی حنفی چشتی قادری خیرآبادی مہاجر مدنی کے بھی شامل ہیں۔
۲۵-	بیاض اعمال مجربہ	اعمال	،	۳جزو	قلمی	اس بیاض میں مجرب عمل درج تھے۔ تلف ہوگئی۔
۲۶-	بیاض اشعار منتخبہ	شاعری	،	۵جزو	قلمی	اس بیاض میں اردو اور فارسی کے مشہور شاعروں کے انتخابی اشعار ہیں۔چھپی نہیں۔

Marfat.com

۲۷-	سیتاپور کے نسب نامے وغیرہ	انساب	قاضی سید محمد رضا صاحب سیتاپوری	۱۲ جزو	قلمی	اس کتاب میں سیتاپور کے خاندانوں اور اپنے خاندان کے شجرے اور سلسلے اور سیتاپور کے تاریخی واقعات درج ہیں۔ اور بعض مفید نصیحتیں بھی۔ یہ بزرگوار قاضی سید الطاف حسین صاحب موصوف الصدر کے حقیقی بھائی اور سیتاپور کے مشاہیر سے تھے۔ اپنے بھائی کے بعد یہی سیتاپور کے سنیوں کے قاضی ہوئے تھے۔ یہ کتاب چھپی نہیں ہے۔
۲۸-	تتمہ تاریخ سیتاپور مولفہ سید اکبر علی صاحب	تاریخ	،	۲۸ جزو	قلمی	اپنے والد صاحب کے بعد سیتاپور کے جو واقعات پیش آتے رہے، آپ نے ان کی تاریخ میں درج کردیے۔
۲۹-	مصنفین اسلام	تاریخ	،	-	قلمی	مولوی حکیم شیخ اکرام علی فاروقی حنفی زیدی مفتی اجمیر شریف کی کتاب تھی، ان کے اولاد کی غفلت سے یہ کتاب ان کے خاندان سے جاتی رہی۔
۳۰-	ترجمہ اخوان الصفا	ادب	مولوی حکیم شیخ اکرام علی صاحب فاروقی حنفی زیدی سیتاپوری	صفحات ۱۲۸	مطبوعہ	یہ کتاب مترجم کے زمانہ میں بھی چھپی تھی۔ ان کے بعد ان کے پوتے حسن رضا نے چھپوائی۔ انجمن ترقی اردو نے بھی چھاپی ہے۔
۳۱-	دیوان	ادب	استاد منشی علی رضا صاحب رضا نبیرۂ مترجم اخوان الصفا امامی المذہب	-	قلمی	یہ دیوان چھپا نہیں ہے۔

Marfat.com

۳۲-	آئینۂ تماش بینی	نظم نصیحت	استاد منشی علی محمد صاحب نبیرۂ مترجم اخوان الصفا امالی المذہب	ایک جزو	مطبوعہ	عیاشی کی خرابیوں کا بیان ہے- یہ کتاب صرف ایک بار چھپی اب نایاب ہے-
۳۳-	تحفۂ مہوشاں	فن مہوشی	حکیم مولوی سید افتخار حسین صاحب	۳ جزو	قلمی	-
۳۴-	ترجمۂ قانونچہ	طب	حکیم سید مہدی حسن صاحب	-	قلمی	پوری کتاب کا ترجمہ نہیں ہے-
۳۵-	بیاض مجربات	طب	'	-	قلمی	اس میں مجرب نسخے ہیں
۳۶-	مرثیے	ادب و شاعری	حکیم مولوی سید کرامت علی صاحب	-	قلمی	یہ مرثیے انیس و دبیر کے طرز پر ہیں -چھپے نہیں ہیں-
۳۷-	کوکبۂ فارغ	مرثیے شاعری	سید محمد فضل صاحب فارغ	صفحات ۱۲ا	مطبوعہ	انیس کے طرز پر یہ مرثیے ہیں-فارغ سیتاپوری کے بیٹے سید محمد حیدر نے چھپوا دیے۔ یہ فارغ انیس کے شاگرد بھی تھے۔ اس کتاب میں چھ مرثیے ہیں-
۳۸-	علمی، مذہبی، ادبی مضامین	ادب	مولوی منشی سید ہادی حسن صاحب	-	قلمی	منتشر حالت میں یہ مضامین ہیں- اگر مرتب کیے جائیں تو کارآمد ہیں-
۳۹-	علامہ سیتا پوری	تاریخ	ڈاکٹر نادم	صفحات ۱۶	مطبوعہ	اس میں مترجم ''اخوان الصفا'' کے حالات ہیں-
۴۰-	مولود شریف	مولود شریف	سید افضل حسین نقوی آنوی	۳ جزو	قلمی	یہ کتاب چھپی نہیں ہے-
۴۱-	حال فارغ	تاریخ	حکیم سید نہال حسین صاحب	صفحات ۲۷	مطبوعہ	اس کتاب میں فارغ سیتاپوری کے مختصر حالات ہیں-

Marfat.com

۴۲-	ثمرۃ الکاشفہ	مناظرہ	۔	صفحات ۹۶	مطبوعہ	اس کتاب میں کتاب ''شجرات طیبات'' پر اعتراضات کیے گئے ہیں-
۴۳-	مرثیے	ادب و شاعری	سید ظہور الحسن فروغ	-	قلمی	فروغ انیس کے طرز پر ہیں- چھپے نہیں- فارغ کے بھائی اور انیس کے شاگرد تھے-
۴۴-	شجرات طیبات	انساب	-	صفحات ۹۵۶	مطبوعہ	یہ ضخیم کتاب سادات زید پور کے حالات میں ہے- آخر میں بطور ضمیمہ سیتاپور کے سیدوں کا مختصر حال درج کیا گیا ہے-
۴۵-	کتاب فقہ	فقہ	مرزا عظمت اللہ بیگ صاحب	۳ جزو	قلمی	یہ کتاب چھوٹی تقطیع پر لکھی گئی تھی- روز مرہ کے ضروری مسائل درج تھے- چھپی نہیں-
۴۶-	کلیات نامی	ادب	منشی سید نیاز احمد صاحب نامی جعفری	۷ جزو	قلمی	نامی صاحب کا کلیات ان کے صاحبزادے سید وکیل احمد گرامی نے جمع کیا تھا- چھپا نہیں- اس میں اردو، فارسی وغیرہ ہر قسم کے اشعار تھے-
۴۷-	تحقیق طاعون	طاعون کے متعلق ضروری مضامین	۔	صفحات ۶۴	مطبوعہ	یہ کتاب چھپ گئی ہے، مگر اس قدر غلط کہ اس کا کوئی صفحہ بلکہ کوئی سطر غلطیوں سے خالی نہیں ہے-
۴۸-	تذکرۂ شعرائے بھوپال	ادب	منشی نیاز احمد صاحب نامی جعفری	۳ جزو	قلمی	اس میں بھوپال کے ان شاعروں کا حال اور ان کے اشعار درج تھے جن کے یہاں مشاعروں میں نامی صاحب خود جا کر شریک ہوئے تھے یا وہ ان کے یہاں مشاعروں میں آتے تھے- چھپا نہیں-

Marfat.com

۴۹-	مرثیہ	ادب و شاعری		-	قلمی	حضرت امام حسینؓ کی تلوار کی تعریف شاعرانہ انداز میں نظم کیا تھا۔ چھپا نہیں۔
۵۰-	کتاب شیعہ اور سنی کے اتحاد کے بارے میں	نصیحت		-	قلمی	اس کا صرف مسودہ ہوا تھا، چھپی نہیں ۔
۵۱-	قبلہ نما	-		صفحات ۱۲	مطبوعہ	جناب سلطان جہاں بیگم صاحبہ والیۂ ریاست بھوپال کے سفر حج سے واپسی پر بطور مبارکبادی یہ مسدس لکھا گیا تھا۔
۵۲-	حاشیہ کتاب آداب المیلاد	میلاد شریف	مولوی قاضی منشی سید ابرار حسین صاحب جعفر حنفی قادری تحصیل مہرکہ	-	مطبوعہ	کتاب آداب المیلاد پر آپ کا حاشیہ بھی چھپا ہے جس سے آپ کی وسعت معلومات اور تبحر علمی عیاں ہے۔
۵۳-	مضامین گلدستۂ ریاست	زمین داروں کے مفید مطلب		صفحات ۲۶۸	مطبوعہ	یہ کتاب اگرچہ سیٹھ سوامی دیال صاحب تعلقدار معزالدین پور (پرگنہ وتحصیل بسوان ضلع سیتاپور) کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں اول سے آخر تک آپ نے اصلاح کی ہے، مگر با استثنا ہائے بعض مضامین کے اس میں زیادہ حصہ آپ ہی کے مضمون کا ہے۔
۵۴-	واقعات سیتا پور	تاریخ		۵ جزو	قلمی	اس میں سیتاپور کے تاریخی واقعات اور بھی ضروری اور مفید یادداشتیں وغیرہ درج ہیں۔
۵۵-	بیاض مجمع السرور	-		صفحات ۳۰۰	قلمی	مفید اور کارآمد مضامین درج ہیں۔

Marfat.com

۵۶۔	بیاض	-	،	-	قلمی	اس بیاض کے علاوہ چند بیاضیں اور بھی ہیں، جن میں مجرب نسخے، مجرب عمل، حکیموں، عالموں، صوفیوں وغیرہ کی نصیحتیں اور انتخابی اشعار و حکایت ولطائف وغیرہ درج ہیں۔
۵۷۔	کتاب الاخلاق	اخلاق	،	۸ جزو	قلمی	علم اخلاق میں کتاب تھی۔ اس کا صرف مسودہ ہوا تھا۔
۵۸۔	کتاب الاعمال	اعمال و وظائف	،	صفحات ۸۲	قلمی	اس کتاب میں مجرب عمل درج ہیں۔
۵۹۔	ارمغان ہاتف	شاعری	سید احمد حسن عرف امداد میاں ہاتف	صفحات ۸۰	مطبوعہ	سیتاپور کے مشاعروں کا انتخاب
۶۰۔	ناول	ادب	،	-	قلمی	بہت بڑے ناول کا مسودہ ہے۔ اگر ختم ہو کر چھپ جاتا تو پہلے ہی حصہ کا حجم "فسانہ آزاد" کے پہلے حصہ سے کچھ ہی کم ہوتا۔
۶۱۔	ادیب فارسی	تعلیم فارسی بزبان اردو و فارسی	جناب منشی سید فرزند حسین صاحب عثمانی سیتاپوری، جناب مولوی قاضی منشی سید الطاف حسین صاحب، جناب مولوی قاضی منشی سید ابرار حسین صاحب سیتاپوری، وزیر علی صاحب شاہ آبادی	صفحات ۱۱۱۲	مطبوعہ	اس کتاب کے چار حصہ ہیں۔ اب نایاب ہے۔ اس کے سرورق پر بابو بلدیو پرشاد وکیل کا نام ہے اور کسی شریک تصنیف کا نام نہیں درج ہے۔ اگر یہ کتاب باقاعدہ پڑھائی جاوے تو فارسی میں اعلیٰ درجے کی لیاقت پیدا ہوسکتی ہے۔

Marfat.com

۶۲-	مکتوب محمدی	خطوط نویسی	جناب استاذی منشی سید فرزند حسین صاحب متوطن قصبہ پالی ضلع ہردوئی مہتمم و مینیجر مطبع صبح صادق سیتاپور	۴ حصے۔ حجم حصہ اول صفحات ۵۲	مطبوعہ	مکتوب محمدی کے چاروں حصے اگر قاعدے اور اصول سے پڑھاوے جائیں تو اردو اور فارسی میں کافی لیاقت پیدا ہوسکتی ہے۔ اور خط و کتابت اور روز مرہ کی ضروری تحریروں اور عدالتی کارروائی سے بخوبی واقف ہوسکتا ہے۔ اور شکستہ اور شفیعہ خط بخوبی لکھ پڑھ سکتا ہے۔ اس کی ترتیب لائق صد ہزار آفریں ہے۔ اس کا پہلا حصہ تو نایاب نہیں ہے لیکن اور حصے قریب قریب نایاب ہیں۔
۶۳-	زلف عروساں	تاریخ خوش نویسی		-	مطبوعہ	یہ کتاب خوش نویسی اور خوش نویسوں کی تاریخ میں ہے۔ صرف ایک ہی بار چھپی تھی۔ اب نایاب ہے۔ اگر یہ دونوں کتابیں کامل مل سکتی ہیں تو غالباً ضلع ایٹہ کے قصبہ مارہرہ کے سجادہ نشین سید محمد میاں صاحب کے کتب خانہ میں ہوں گی۔ کیوں کہ انہیں کے دادا سید شاہ محمد صادق صاحب وکیل ہائی کورٹ مقیم سیتاپور محلہ تاسین گنج کے مطبع صبح صادق میں چھپی تھی۔ (رسالہ ''مصنف'' علی گڑھ، اکتوبر ۱۹۴۶ء)

Marfat.com

تعلیقات

(۱) اس کتاب کا نام اور مزید شہادت دستیاب نہیں، لیکن غالباً یہ وہ کتاب ہے، جس کا اندراج مصنف نے ''مصنفین سیتاپور کی تصانیف'' میں کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: تصنیف ہذا، ضمیمہ، بہ ذیل ۴۵

(۲) شاہ عبدالرزاق بانسوی نامور مشائخ میں گزرے ہیں۔ بانسہ میں ۱۶۳۴ء یا ۱۶۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ ملا نظام الدین فرنگی محلی (۱۶۷۸ء۔۱۷۴۸ء)، بانیٔ درس نظامی کے مرشد ہونے کے باعث انھیں مزید شہرت اور وقعت حاصل ہوئی۔ نوجوانی میں کچھ عرصہ سپاہیانہ پیشہ اختیار کیا۔ اسی سلسلے میں الہ آباد جا کر شیخ عبدالصمد قادری خدانما (متوفی ۱۶۹۵ء) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر بانسہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ وہیں ۱۷۲۴ء کے قریب انتقال ہوا۔

ملا نظام الدین نے ان کے ملفوظات ''مناقب رزاقیہ'' کے نام سے جمع کیے، جو لکھنو سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئے۔ اس سلسلے کی ایک اور کتاب ''ملفوظ رزاقی''، محمد خان شاہجہاں پوری نے تصنیف کی، یہ لکھنو سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی۔ اب حال میں محمد رضا انصاری نے ان کے مفصل حالات ''تذکرہ حضرت سید صاحب بانسوی'' کے نام سے لکھنو سے ۱۹۸۶ء میں شائع کیے ہیں۔

سید غلام اولیا یا سید غلام علی۔ شاہ عبدالرزاق کے پوتے تھے اور ان کے والد کا نام غلام دوست محمد (متوفی ۱۷۸۳ء) تھا، جو شاہ صاحب کی زوجۂ دوم سے پیدا ہوئے تھے۔ شاہ عبدالرزاق کے لیے مزید مآخذ: غلام علی آزاد بلگرامی، ''مآثر الکرام'' (لاہور، ۱۹۷۱ء) ص ۲۴۱-۲۴۲؛ عبدالحیٔ حسنی، نزہۃ الخواطر، جلد ۶، (حیدر آباد، ۱۹۷۸ء) ص ۱۴۹

(۳) مرزا محمد حسن قتیل (۱۷۵۸ء-۱۸۱۸ء)، پیدائشی نام: دیوانی سنگھ، باپ کا نام: درگاہی

Marfat.com

ل-نوجوانی میں اسلام قبول کیا اور ایران کی سیاحت کی-واپسی پر دہلی میں سکونت اختیار کی لیکن پھر لکھنؤ منتقل ہو گیا-اپنے عہد کا معروف اسلوب ساز شاعر اور متعدد کتابوں کا مصنف-تصانیف میں 'ہفت تماشا' (لکھنؤ، ۱۸۷۵ء)؛ نسخۂ معدن الفوائد معروف بہ رقعات مرزا قتیل، (لکھنؤ، ۱۸۴۳ء)؛ 'حدیقۂ وصال، (لکھنؤ، ۱۲۵۹ھ)؛ ''مظہر العجائب، (لکھنؤ، ۱۲۳۱ھ)؛ ''ثمرات البدیع، (لکھنؤ، ۱۲۷۲ھ)؛ چار شربت، (لکھنؤ، ۱۲۷۱ھ)؛ شجرۃ الامانی' (لکھنؤ، س ن)؛ نہر الفصاحت، (لکھنؤ، ۱۲۵۷ھ)، شامل ہیں۔تفصیلات کے لیے: شیخ احمد علی خان ہاشمی سندیلوی ''تذکرۂ مخزن الغرائب'' ج ۴، (اسلام آباد، ۱۹۹۴ء) ص ۵۷-۵۸؛ بھگوان داس ہندی ''سفینۂ ہندی'' (پٹنہ، ۱۹۵۸ء) ص ۱۷۲؛ محمد قدرت اللہ گوپاموی ''تذکرۂ نتائج الافکار'' (بمبئی، ۱۳۳۶ش) ص ۵۷۴-۵۷۵۔

(۴) غلام محمد فائق (متوفی ۱۸۲۶ء)، والد کا نام غلام حسین، متوطن قصبہ امیٹھی لیکن عہد شجاع الدولہ (۱۷۵۴ء-۱۷۷۵ء) میں لکھنؤ کو وطن بنا لیا تھا-فائق نے حصول علم کے بعد نواب قاسم علی خان قیام جنگ اور پھر نواب سالار جنگ کے ساتھ بعیدۂ انشاء پردازی منسلک ہوئے، پھر نواب سعادت علی خان (۱۷۹۸ء-۱۸۱۴ء) کے دربار تک رسائی پائی۔فارسی انشاء پردازی پر تدریسی نوعیت کی کتابیں تصنیف کیں جو مدراس کے نصاب میں داخل رہیں۔تفصیلات کے لیے: سید علی حسن خان 'صبح گلشن' (بھوپال، ۱۲۹۵ھ) ص ۳۱۰-۳۱۱

(۵) مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۴۴ء

(۶) ''دستور الانشاء معروف بہ انشائے فائق''، متعدد اشاعتیں: کانپور، ۱۸۵۰ء؛ ۱۸۵۲ء؛ لکھنؤ، ۱۸۶۳ء؛ کانپور، ۱۸۷۱ء، ۱۸۸۷ء

(۷) مطبوعہ ممبئی، ۱۸۶۶ء

(۸) علم وفضیلت کے حامل تھے اور پیشہ مدرسی تھا۔مظفر حسین صبا ''روز روشن'' (تہران، ۱۳۴۳ش) ص ۶۵۱

(۹) شاہ شیخ شرف الدین ابو علی معروف بہ قلندر (۱۲۵۴ء-۱۳۲۴ء)، اپنے عہد کے ممتاز صوفی-پانی پت میں سکونت تھی۔ تصانیف میں ''مکتوبات''، ''اسرار العاشقین''، ''سر العشق''، ''رسالۂ

Marfat.com

سلوک'' اور'' رسالۂ عشقیہ'' نثر میں ہیں اور تا حال غیر مطبوعہ ہیں اور شاعری میں ایک دیوان، ایک مجموعۂ رباعیات اور مثنویاں: ''کنزالاسرار''، ''گنجینۂ عرفان''، ''گل وبلبل'' مطبوعہ ہیں۔ تفصیلات کے لیے: ساجد اللہ تفہیمی ''شرح احوال وآثار فارسی، شیخ شرف الدین ابوعلی قلندر پانی پتی، غیر مطبوعہ۔ یہی مصنف، مقدمہ، ''مثنوی گل وبلبل'' (لاہور ۱۹۷۹ء)؛ و نیز ان تصانیف کی مختلف اشاعتوں کے لیے: اے۔ جے۔ آربری (A.J.Arberry) A Catalogue of the Library of the India Office: Persian Books. (لندن، ۱۹۳۷ء) ص ۲۹۸-۲۹۹؛ عارف نوشاہی، ''فہرست کتابہای فارسی چاپ سنگی وکمیاب کتاب خانۂ گنج بخش......، (اسلام آباد، ۱۹۸۶ء) ص ۶۷۴-۶۷۷

(۱۰) گمان غالب ہے کہ یہاں ''مثنوی معروف بہ گل وبلبل'' مراد ہے۔ اس کے مرتب مذکورۂ بالا کے مطابق جہاں کہیں محض ''مثنوی بوعلی قلندر'' کا ذکر ہوا ہے، اس سے یہی مثنوی مراد رہی ہے۔ ص ۲۹؛ اس کے متن، مطالب اور خصوصیات کے لیے، مقدمہ، ص ۲۹-۵۹

(۱۱) ۱۸۲۷ء۔۱۸۳۷ء

(۱۲) سیتاپور کی ایک تحصیل مصریکھ کے پرگنہ اورنگ آباد کا ایک قصبہ۔

(۱۳) اس کا ذکر اگلے صفحات میں موجود ہے۔

(۱۴) مصنف تھے اور ان کی چند تصانیف کا اندراج مصنف نے ضمیمے میں کیا ہے۔

(۱۵) تحصیل سدھولی کے پرگنہ محمود آباد کا ایک قصبہ۔

(۱۶) ان کا ذکر اگلے صفحات میں موجود ہے۔

(۱۷) ضلع سیتاپور کی تحصیل۔

(۱۸) تحصیل بسوان، ضلع سیتاپور کے پرگنہ شالی کوندری کا ایک قصبہ۔

(۱۹) ۱۸۲۷ء-۱۸۵۶ء

(۲۰) ۱۸۲۱ء-۱۸۹۹ء، فرنگی محل کے مشاہیر علماء میں شمار ہوتا تھا۔ فرنگی محل کے اکثر علماء ان سے بیعت تھے۔ متعدد تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ تفصیلات کے لیے: عنایت اللہ فرنگی محلی ''تذکرہ علمائے فرنگی محل'' (لکھنو، ۱۹۳۰ء) ص ۹۲-۱۰۰

Marfat.com

(۲۱) ۱۷۷۸ء-۱۸۴۴ء، کھیری (مضافاتِ خیرآباد) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید شمس الدین۔ ابتدائی تعلیم خیرآباد میں پائی اور پھر دہلی گئے جہاں مولانا شاہ عبدالقادر (متوفی ۱۸۲۷ء) سے درسِ حدیث لیا۔ بعد میں شاہ سلیمان تونسوی (۱۷۷۰ء-۱۸۵۰ء) سے بیعت کی اور ان کے جلیل القدر خلفا میں شمار ہوئے - وطن واپس آ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ مثنوی معنوی کے بڑے عالم تھے اور باقاعدہ درس دیا کرتے تھے۔ شاعر بھی تھے اور مشتاق تخلص تھا۔ تفصیلات کے لیے: خلیق احمد نظامی ''تاریخ مشائخِ چشت'' (دہلی، ۱۹۵۳ء) ص۶۸۲-۶۸۴؛ محمد حسین الٰہی ''حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفا''، (لاہور، ۱۹۷۹ء) ص ۲۳۱-۲۳۷؛ سید محمد صدیق خیرآبادی ''دارالخیر خیرآباد'' (کراچی، ۱۹۷۶ء) ص۱۴-۱۵

(۲۲) حافظ محمد علی شاہ، مذکور الصدر کے بھتیجے اور جانشین تھے۔ ۵۴ سال تک سجادگی کی خدمت انجام دے کر ۱۹۰۲ء میں رحلت پائی۔ ایضاً، ص ۱۵؛ محمد حسین للہی، تصنیف مذکور، ص ۲۳۷؛ خلیق احمد نظامی، تصنیف مذکور، ص ۶۸۵-۶۸۶-

(۲۳) شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۷۴۶ء-۱۸۲۴ء) کی تصنیف ''وسیلۃ النجات'' کا ترجمہ، مطبع منشی فخرالدین، ۱۲۵۲ھ-

(۲۴) مطبع احمدی، کانپور ۱۳۰۵ھ

(۲۵) ''وہ مجلس'' (شہادت) مجلسِ ششم سے مجلسِ دہم تک- مطبع انصاری، لکھنؤ، ۱۹۱۳ء-

(۲۶) مذکورالیہ کے بارے میں عبدالشاہد خان شیروانی کا، جو خود بھی ان کے ارادت مند تھے، بیان ہے کہ ''مولانا کی عمر نوے سال سے متجاوز تھی- دو چار قدم سے زیادہ نہ چل سکتے تھے۔ کرسی پر دوسرے اٹھا کر مجلس میں لاتے- واقعاتِ کربلا پر کچھ اس انداز سے تصویر کشی کرتے کہ سننے والے بے قابو ہو کر چیخیں مارنے لگتے۔ بیان میں وہ اثر تھا کہ بچے، بوڑھے سبھی روتے روتے بے حال ہو جاتے۔
مقدمہ، ''باغی ہندوستان'' مصنفہ، مولانا فضل حق خیرآبادی (بجنور، ۱۹۴۷ء) ص ۳۲۳

(۲۷) سیتاپور کا ایک پرگنہ-

(۲۸) آٹ اور آنٹ۔ تحصیل اور پرگنہ مصریکھ کا ایک قصبہ-

Marfat.com

(۲۹) مولانا فضل امام خیر آبادی (متوفی ۱۸۲۹ء) سے کسی رشتے میں بھی منسلک تھے۔ بحوالہ، عبدالشاہد خان شیروانی، مقدمہ، تصنیف مذکور، ص ۱۷ح

(۳۰) والد کا نام نعمت اللہ، عالم وفاضل تھے۔ ایک عرصہ تک کیننگ کالج مین دینیات کے مدرس رہے۔ ۱۸۹۴ء میں انتقال کیا۔ تفصیلات کے لیے: عنایت اللہ فرنگی محلی، ص ۱۶۳-۱۶۴

(۳۱) والد کا نام عبدالحکیم۔ علمائے فرنگی محل میں ممتاز مقام پر فائز رہے۔ فقہی علوم میں کمال حاصل تھا۔ علمی فضیلت کی بنیاد پر حکومت برطانیہ نے شمس العلماء کے خطاب سے نوازا۔ ۱۹۰۰ءمیں رحلت پائی۔ تفصیلات کے لیے: ایضا، ص ۱۹۴-۱۹۵؛ رحمٰن علی، ''تذکرہ علمائے ہند''، ص ۲۱۸

(۳۲) ۱۸۴۷ء۔ ۱۸۸۷ء۔ فرنگی محل کے اکابر علماء میں شمار ہوتا ہے۔ بلند پایہ کتابوں کے مصنف ہیں جن کی تعداد ۱۰۹ بتائی جاتی ہے۔ عنایت اللہ فرنگی محلی، ص ۱۳۱-۱۳۳؛ رحمٰن علی، تصنیف مذکور، ص ۱۱۴۔ ۱۱۷

(۳۳) والد کا نام عبداللہ۔ اسلاف غازی پور سے لکھنؤ آ کر آباد ہو گئے تھے۔ لائق اور فاضل تھے۔ بحث ومناظرہ سے بہت دل چسپی تھی۔ ساری زندگی درس وتدریس میں گزاری اور مناظرہ میں کئی کتابیں لکھیں۔ سورۂ فاتحہ کی ایک تفسیر ''مظہر العجائب'' بھی ان سے یادگار ہے۔ عبدالحئی لکھنوی، تصنیف مذکور، ج ۷ (حیدر آباد، ۱۹۷۹ء) ص ۴۱۱-۴۱۲؛ رحمٰن علی تصنیف مذکور، ص ۱۹۷

(۳۴) والد کا نام رفیع اللہ، اخون زادہ۔ رام پور میں پیدا ہوئے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی (۱۷۹۷ء۔ ۱۸۶۱ء) کے زمانۂ قیام رام پور (۱۸۴۰ء۔ ۱۸۴۷ء) میں ان سے استفادۂ علمی کیا۔ حصول علم کے بعد مدرسۂ عالیہ رام پور میں مدرس ہو گئے۔ ۱۸۷۰ء میں جونپور چلے گئے اور مدرسۂ حنفیہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ وہیں ۱۹۰۸ء میں انتقال کیا۔ تفصیلات کے لیے: احمد علی خان شوق ''تذکرہ کاملانِ رام پور'' (دہلی، ۱۹۲۹ء) ص ۴۵۱-۴۵۳؛ عبدالحئی لکھنوی، تصنیف مذکور، ج ۸، (حیدر آباد، ۱۹۷۹ء) ص ۵۲۰

(۳۵) ۱۷۹۷ء۔ ۱۸۶۱ء۔ خیر آباد مدرسۂ فکر کے نامور عالم۔ جامع حالاتِ زندگی کا ایک تذکرہ عبدالشاہد خان شروانی، تصنیف مذکور میں ہے۔ ص ۱۱-۱۷۶

(۳۶) غالبًا یہ وہی اخبار ہے جسے حافظ عبداللہ خان نے جونپور سے ۱۸۷۴ء میں جاری کیا تھا۔ بحوالہ:

Marfat.com

سید محمد اشرف نقوی ''اختر شہنشاہی'' (لکھنو، ۱۸۸۸ء) ص ۲۱۷

(۳۷) ''شرح فتح القدیر مع تکملۂ ہدایہ'' مصنف: علامہ ابن ہمام (۱۳۸۶ء-۱۴۵۷ء)۔ تفصیلات کے لیے: عمر رضا کحالہ ''معجم المولفین'' ج ۱۰ (بیروت، ۱۹۵۷ء) ص ۲۶۴؛ مصنف کی مذکورہ اشاعت کی تفصیل دستیاب نہیں۔

(۳۸) راجپوتانہ کا ایک پہاڑی سلسلہ، یہاں انگریز افواج کی ایک چھاؤنی اور ایک سینی ٹوریم واقع تھا۔

(۳۹) والد کا نام محمد احسان الحق - ان کا سلسلہ نویں پشت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۵۵۱ء-۱۶۴۲ء) سے ملتا ہے۔ مولانا مملوک العلی دہلوی (متوفی ۱۸۵۱ء) اور مفتی صدر الدین آزردہ (۱۷۸۹ء-۱۸۶۸ء) کے شاگرد تھے۔ ایک عرصہ تک ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ میر منشی رہے۔ کافی عرصہ تک ریاست بھرت پور کی وکالت بھی کرتے رہے، وظیفہ یابی کے بعد خانہ نشینی اختیار کی - ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا - تصنیف وتالیف سے بھی شغف تھا۔ تصانیف میں ''اقتباس الانوار'' اور ''چشتی چمن'' یادگار ہیں - بشیر الدین احمد ''واقعات دار الحکومت دہلی'' ج ۳ (دہلی، ۱۹۱۹ء) ص ۳۰۴ - ۳۰۵؛ امداد صابری ''دہلی کی یادگار ہستیاں'' (دہلی، ۱۹۷۲ء) ص ۱۶۸ - ۱۷۰

(۴۰) والد کا نام محمد میر - ۱۸۴۸ء میں گتھلہ میں پیدا ہوئے۔ وقت کے اکابر علما سے علم حاصل کیا - تصوف سے لگاؤ تھا، اس لیے قادریہ اور نقشبندیہ سلسلے میں بیعت ہوئے۔ شغفِ علمی کی وجہ سے مملکت حیدر آباد سے وظیفہ ملتا تھا۔ آخر عمر میں کلکتہ کے مدرسہ عالیہ میں عربی کے پروفیسر ہوگئے تھے۔ خدماتِ علمی کے سبب حکومتِ برطانیہ نے ''شمس العلما'' کے خطاب سے نوازا۔ متعدد تصانیف میں قرآن حکیم کی تفسیر ''فتح المنان'' مشہور بہ ''تفسیر حقانی'' اہم اور معروف ہے۔ یہ ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۳ء کے عرصہ میں ۸ جلدوں میں شائع ہوئی - اس کی متعدد اشاعتوں کا اندراج ''قرآن کریم کے اردو تراجم'' کتابیات، مرتبہ ڈاکٹر احمد خان (اسلام آباد، ۱۹۸۷ء) ص ۱۱۶۔ ۱۱۸ میں ہے۔ دیگر تصانیف میں ''عقائد الاسلام''، ''تاریخ بنی اسرائیل اور'' تاریخ بیت المقدس''، ''تکمیل الایمان'' مشہور ہیں۔ تفصیلات کے لیے: محمد ادریس بلگرامی ''تذکرہ علمائے حال'' (لکھنو، ۱۸۹۷ء) ص ۳۸: بشیر الدین احمد، تصنیف مذکور، ج ۲، ص ۴۲۱؛ امداد صابری، تصنیف مذکور، ص ۱۰۹-۱۱۲

(۴۱) مطبوعہ: مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۲۹۴ھ

Marfat.com

(۴۲) ۱۸۳۰ء۔۱۹۰۹ء؛ والد کا نام محسن بن محمد الانصاری۔ حدیدہ میں پیدا ہوئے۔ فراغتِ تعلیم کے بعد وہیں عہدۂ قضا پر مامور ہوئے لیکن وہاں کے ترک امیر سے اختلاف کی بنا پر اس عہدے سے علیحدگی اختیار کرلی اور ترکِ وطن کر کے ہندوستان منتقل ہوگئے۔ یہاں زیادہ عرصہ بھوپال میں قیام کیا اور ایک زمانہ کو اپنے علم و فضل سے مستفید کیا۔ ساری عمر تحقیق و تجسسِ علم میں بسر کی۔ تفصیلات کے لیے: عبدالحئی حسنی، تصنیفِ مذکور، ج ۸، ص ۱۰۸-۱۱۱، ابو الحسن علی ندوی، حیاتِ عبدالحئی، (دہلی، ۱۹۷۰ء) ص ۶۳-۶۴؛ محمد یونس نگرامی (تصنیفِ مذکور، ص ۲۲-۲۳) نے ان کی درج ذیل کتب کا مطالعہ کیا تھا: ''التحفتہ المرضیہ''، ''البیان الکمل فی تحقیق الشاذ و المعلل''، القول الحسن المشن فی ندب المصافحتہ بالید الیمنے وان الذی اظہرہا اہل الیمن''۔

(۴۳) نواح بھوپال کا ایک قصبہ۔

(۴۴) ۱۷۹۳ء-۱۸۹۵ء۔ والد کا نام اہل اللہ بن محمد فیاض-سندیلہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں لکھنو سے دہلی چلے گئے۔ دیگر اساتذہ کے علاوہ شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شاہ محمد اسحاق دہلوی (متوفی، ۱۸۴۶ء) سے بھی درس لیا۔ بدعات و رسوم کے خلاف تھے۔ قرآن و حدیث سے خاص لگاؤ تھا۔ عمر کا بیشتر حصہ درس حدیث میں گزار دیا۔ احدیث پر عبور تھا۔ تفصیلات کے لیے: ابوالحسن علی ندوی، ''تذکرہ مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی''، (لکھنو، ۱۹۵۸ء)؛ محمد یونس نگرامی، تصنیف مذکور، ص ۷-۸

(۴۵) ۱۸۲۱ء-۱۸۸۹ء۔ والد کا نام جمال الدین احمد۔ مختلف اکابر علماء سے کتب عقائد، سلوک و عقائد و تصوف کی تحصیل کی۔ قادریہ اور چشتیہ سلسلے میں بیعت تھی۔ زندگی کا بیشتر حصہ یادِ حق میں گزارا۔ متعدد تصانیف یادگار ہیں۔ تفصیلات کے لیے: محمد عنایت اللہ، تصنیفِ مذکور، ص ۹۲، ۱۰۱؛ رحمٰن علی، تصنیف مذکور، ص ۱۱۸

(۴۶) ۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء؛ سید احمد شہید (۱۷۸۷ء-۱۸۳۱ء) کی تحریکِ جہاد کے سرکردہ قائد۔

(۴۷) ۱۸۰۴ء-۱۸۶۳ء؛ والد کا نام محمد محی الدین خاں۔ فقہ، حدیث اور ردِ بدعات کے حوالے سے اپنے عہد کے نامور علما میں شمار ہوئے۔ علوم دینیہ خصوصاً حدیث اور اس کے اصول

Marfat.com

شاہ محمد اسحٰق سے حاصل کیے اور علمائے حرمین شریفین سے بھی فیض پایا۔ مکہ معظمہ میں رحلت پائی۔ متعدد تصانیف ان سے یادگار ہیں، جن میں مظاہر حق، معدن الجواہر، جامع التفاسیر زیادہ معروف ہیں۔ تفصیلات کے لیے: عبدالحیٔ حسنی، تصنیف مذکور، ج ۷، ص ۳۸۷۔ ۳۸۸؛ رحمٰن علی، تصنیف مذکور، ص ۱۲۹؛ فقیر محمد جہلمی ''حدائق الحنفیہ'' (لکھنو، ۱۹۰۶ء) ص ۴۸۸

(۴۸) مطبوعہ: مطبع نظامی، کانپور، ۱۸۶۶ء۔ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ مصنف نے ہر آیت کے بعد شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی ترجمہ، قرآن کا اردو میں ترجمہ کیا ہے اور شاہ عبدالقادر دہلوی کی تفسیر ''موضح القرآن'' سے اس کی تشریح کی ہے۔ محمد ایوب قادری، ''اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ'' (لاہور، ۱۹۸۸ء) ص ۲۸۵؛ مصنف کے انتقال کے بعد اسے ان کے شاگرد محمد عبدالقادر نے مکمل کیا تھا۔ جے۔ ایف۔ بلوم ہارٹ (J.F. Blumhardt) A Catalogue of Hindustani Printed Books in the British Museum, (لندن، ۱۸۸۹ء) ص ۱۷۶۔

(۴۹) غالباً یہ وہی مطبع ہے، جو محلہ تاسین گنج، مقام کوٹھی سید محمد صادق وکیل سرکار واقع تھا، اس کے مہتمم سید جعفر حسین تھے اور یہاں سے ایک اخبار ''صبح صادق'' یکم ستمبر ۱۸۷۹ء سے جاری ہوا تھا، جس کے طابع منشی فرزند حسین احسن تھے۔ بحوالہ سید محمد اشرف نقوی، تصنیف مذکور، ص ۱۶۶-۱۶۷؛ سیتاپور میں قائم ہونے والا یہ پہلا مطبع تھا۔ نادم سیتاپوری ''انتخاب فتنہ'' (لکھنو، ۱۹۶۰ء) ص ۱۵ مذکورہ کتاب یہاں سے ۱۸۸۹ء میں شائع ہوئی۔ بلوم ہارٹ، A Supplementary Catalogue of Hindustani Books in the Library of the British Museum. (لندن، ۱۹۰۹ء) ک ۵۷۔

(۵۰) یہ اخبار ریاض خیرآبادی نے اولاً خیرآباد سے یکم اکتوبر ۱۸۷۴ء کو جاری کیا تھا۔ بحوالہ سید محمد اشرف نقوی، ص ۱۳۱؛ جب ریاض خیرآبادی گورکھپور منتقل ہوئے تو یہ وہاں سے ۲۷ فروری ۱۸۸۲ء کو جاری ہوا۔ وہاں سے یہ جنوری ۱۹۰۵ء سے مہینے میں آٹھ بار، بارہ صفحات پر اور مختلف رنگوں میں شائع ہونے لگا۔ ۱۹۰۷ء میں ریاض لکھنو چلے گئے تو اس اخبار کو وہیں سے نکالنے لگے۔ لیکن ریاض کے

Marfat.com

۱۹۰۹ء میں صحافت کو خیر باد کہنے کے باعث یہ اخبار بند ہو گیا۔ اکبر حیدری کاشمیری وکیل، امرتسر: ایک نادر و نایاب اخبار مشمولہ: ''ارمغان علمی: بپاس خدمات علمی و ادبی ڈاکٹر وحید قریشی'' مرتبہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر عارف نوشاہی (لاہور، ۱۹۹۸ء) ص ۳۷۹-۳۸۰؛ یہ اخبار ادبی اور تنقیدی مضامین کے علاوہ سیاسی اور معاشرتی موضوعات کا احاطہ کرتا تھا اور ملکی و غیر ملکی خبریں بھی اس میں شائع کی جاتی تھیں۔ اس معاملے میں اس اخبار کو اس وقت کے دیگر اخبارات پر فوقیت حاصل تھی۔ ریاض خیر آبادی ''نثر ریاض'' (حیدر آباد دکن، ۱۹۴۵ء) ص ۵۲؛ امداد صابری ''تاریخ اردو صحافت'' ج ۳ (دہلی، ۱۹۷۳ء) ص ۵۲۱

(۵۱) اودھ کے ضلع ہردوئی کا ایک قصبہ۔

(۵۲) ۱۸۲۹ء۔۱۸۷۹ء

(۵۳) کانپور کے قریب قصبہ بلہور میں پیدا ہوئے اور بنیادی تعلیم اپنے وطن میں پائی اور پھر مزید تعلیم کے لیے پہلے لکھنو اور پھر دہلی گئے جہاں شاہ عبدالعزیز سے حدیث کی سند حاصل کی۔ حصول علم کے بعد سید احمد شہید کی تحریک جہاد سے منسلک ہو گئے۔ جہاد کے لیے سرحدی علاقوں میں گئے لیکن واپس آ گئے اور رئیس باندہ نواب ذوالفقار الدولہ (۱۸۰۲ء- ۱۸۵۰ء) سے وابستہ ہو گئے۔ انتقال ۱۸۵۶ء میں قصبہ آسیون ضلع رائے بریلی میں ہوا۔ شاعر تھے اور تخلص خرم تھا۔ ان کا رسالہ ''جہادیہ'' تحریکِ جہاد کے معروف اور مقبول ادب میں شمار ہوتا ہے۔ نثر میں ''مشارق الانوار'' کا ترجمہ ''تحفۃ الاخیار''، ''آداب الحرمین'' اور ''نصیحۃ المسلمین'' معروف تصانیف ہیں۔ تفصیلات کے لیے: رحمٰن علی، تصنیف مذکور، ص ۵۶-۵۷؛ ابو یحییٰ امام خان نوشہروی ''تراجم علمائے حدیثِ ہند'' (فیصل آباد، ۱۹۷۲ء) ص ۳۹۴-۳۹۶؛ محمد ایوب قادری، تصنیفِ مذکور، ص ۱۴۹-۱۷۲

(۵۴) ۱۱۷۵ء-۱۲۶۵ء

(۵۵) معلوم ہوتا ہے فاضل مصنف نے یہاں شخصیات کو باہم ملا دیا ہے۔ ''روضۃ الصفا'' کا مصنف ہمام الدین خاوند شاہ نہیں، محمد میر خواند یا میر خاوند ہے۔ وہ برہان الدین خاوند شاہ کا بیٹا تھا جو ماوراء النہر کا رہنے والا تھا۔ میر خاوند نے زیادہ عرصہ ہرات میں بسر کیا اور وہیں چھیاسٹھ برس کی عمر میں ۲۲ جون ۱۴۹۸ کو وفات پائی۔ جب کہ ''ہمام الدین'' ایک اور ایرانی مورخ ''خواندامیر'' کے باپ

Marfat.com

کا نام ہے۔ اور میر خواند یا میر خاونداس کا نانا تھا-خواند امیر یا خواند میر سے ''حبیب السیر''، ''خلاصۃ الاخبار''، ''غرائب الاسرار''، ماآثر الملوک: لب التواریخ'' اور ''خاتمہ روضۃ الصفاؔ'' منسوب ہیں۔تفصیلات کے لیے: احمد منزوی ''فہرستوارۂ کتابہای فارسی'' ج ا(تہران، ۱۳۴۳ش) ص ۶۱۰-۶۲۳؛ مرزا محمد علی مدرس ''ریحانۃ الادب'' ج ا(تہران، ۱۳۶۹ش) ص ۱۸۶-۱۸۷؛ ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، دانش گاہِ پنجاب، ج۹(لاہور، ۱۹۷۲ء) ص ۳۸-۴۰؛ ایضاً، ج ۲۱ (لاہور، ۱۹۸۷ء) ص ۹۳۷-۹۳۸؛ تصنیف ''روضۃ الصفا'' کا ایک جامع اور محققانہ جائزہ احمد منزوی، مذکورہ بالا میں ہے-

(۵۶) مخطوطے میں اس مقام پر ورق یا اوراق ضائع ہو گئے ہیں-

(۵۷) نادم سیتاپوری ''فورٹ ولیم کالج اور مولوی اکرام علی'' (لکھنو، ۱۹۵۹ء) ص ۱۸۷، ۱۹۲ کے مطابق منشی حسن رضا، مولوی اکرام علی کے پوتے نہیں، پڑپوتے تھے۔منشی حسن رضا کے والد کا نام علی رضا اور دادا کا نام اکبر علی تھا۔ انھوں نے اکرام علی کی تصنیف ''اخوان الصفا'' کو سیتاپور سے ۱۹۱۶ء میں شائع کیا تھا۔ سیتاپور ہی سے انھوں نے ۱۸۹۲ء میں ''تہذیب'' کے نام سے ایک ادبی ماہنامہ جاری کیا تھا، جس کے چند شمارے شائع ہوئے۔۱۹۱۷ء میں فوت ہوئے-

(۵۸) اس مضمون کو ضمیمے میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے-

(۵۹) ''البرامکہ'' اور ''نظام الملک طوسی'' جیسی معروف سوانحی تاریخوں کے مصنف۔۱۸۶۳ء کے آس پاس پیدا ہوئے اور ۱۸ر فروری ۱۹۴۸ء کو انتقال کیا-تفصیلات کے لیے: سلیمان ندوی ''یادِ رفتگان'' (کراچی، ۱۹۵۵ء) ص ۴۰۴-۴۰۹

(۶۰) سال اشاعت ۱۹۱۰ء-

(۶۱) کاشف الحقائق معروف بہ بہارستانِ سخن، ج ا، آرہ، ۱۸۹۷ء، ج ۲، لکھنو، ۱۹۱۳ء۔ ماہیتِ شعروسخن اور نقد وتنقید کے موضوعات پر مبسوط تصنیف-

(۶۲) شمس العلماؔ نواب امداد امام اثر، ۱۷ر اگست ۱۸۴۹ء کو پیدا ہوئے۔عمر کا بیشتر حصہ نیورہ ضلع گیا میں گزارا۔ اردو و فارسی کے متبحر عالم اور انگریزی زبان پر قدرت رکھتے تھے۔''مراۃ الحکماؔ''، ''معیار الحق''، ''کتاب الاثمار''، ''فسانۂ عجائب (ناول) اور کاشف الحقائق'' ان کی تصانیف ہیں-

Marfat.com

اردو فارسی اور انگریزی میں شاعری کرتے تھے۔ ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا۔

(۶۳) یہ اشاعت ۱۹۳۹ء میں منظر عام پر آئی۔

(۶۴) مطبوعہ: سیتاپور، س ن۔

(۶۵) پیدائش محلہ قضیارہ، سیتاپور ۱۹۱۴ء، وفات کراچی، ۲۵ر مارچ ۱۹۸۳ء، محقق اور مصنف۔ مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ: ''غالب نام آورم'' اور ''خیابانِ غالب'' اور متعدد غیر مدون مقالات ان سے یادگار ہیں۔

(۶۶) والد کا نام محمد زمان متولی۔ یہ منشی محمد جعفر زمہری کے والد تھے جن کے ذکر کے لیے دیکھیے (۶۷)۔

(۶۷) ۱۸۴۳ء کے آس پاس پیدا ہوئے۔ والد کا نام منشی کرم احمد تھا جو خوش نویس تھے اور موصوف الصدر کے خوش نویسی میں اولین استاد بھی تھے۔ خیرآباد کے زمینداروں میں شمار ہوتا تھا۔ وکالت ذریعۂ معاش تھا۔ بھوپال میں رہے پھر ۱۸۸۶ء کے آس پاس حیدرآباد چلے گئے۔ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے۔ انتقال غالباً ۱۹۰۹ء میں ہوا۔ ظہوری دکنی کے طرز پر ''سہ نثر زمہری'' تصنیف کی۔ اس کے علاوہ ''مناظرہ سیف وقلم'' ان سے یادگار ہے۔ نورالحسن خان ''تذکرہ نگارستان سخن'' (بھوپال، ۱۲۹۲ھ) ص ۳۵-۳۶، سید محمد صدیق خیرآبادی، تصنیف مذکور، ص ۳۱، محمد سلیمان علوی ''تحفۃ الطلاب'' حصہ سوم ''تشکر نامہ'' (آگرہ ۱۹۰۰ء) ص ۴۹۔

(۶۸) ۱۸۴۱ء-۱۹۱۴ء: ابتدائی تعلیم لکھنو اور بھوپال میں حاصل کی۔ پھر طب میں حصول سند کے بعد کچھ عرصہ مہاراجہ کشمیر کے ذاتی معالج کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۸۸۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی (متوفی ۱۹۰۸ء) کی احمدیہ تحریک میں شامل ہوئے اور اس تحریک کے اس حد تک سرگرم رکن بن گئے کہ انھیں مرزا غلام احمد کے نائب کی حیثیت حاصل ہوگئی اور مرزا غلام احمد کے انتقال کے بعد وہی اس تحریک کے ''خلیفۃ المسیح اول'' منتخب ہوئے اور ۱۹۱۴ء تک اس منصب پر متمکن رہے، آریہ سماج اور عیسائیوں سے متعدد مناظرے کیے اور مرزا غلام احمد کی حمایت میں کتابیں ''تصدیق براہین احمدیہ'' (سیالکوٹ، ۱۸۹۰ء)، ''ردِ تناسخ'' (قادیان، ۱۹۲۳ء) ''روحانی علوم'' (قادیان، ۱۹۲۷ء) اور ''اقوال زریں'' (لاہور، ۱۹۱۵ء) لکھیں۔ ایک ضخیم سفرنامہ حج ''رہنمائے حجاز الموسوم بہ ریاض الحرمین'' (لاہور، ۱۹۰۸ء) بھی ان کی تصنیف ہے۔ تفصیلات کے لیے:

Marfat.com

یوحنان فریڈمن (Yohanan Friedmann) Prophecy Continous: Aspects of Ahmedi Religious Thought and its Medieval Background. (دہلی، ۱۹۸۸ء) ص ۱۳-۱۴؛ اکبر شاہ خان نجیب آبادی ''مرقاۃ الیقین فی حیاتِ نورالدین'' (ربوہ، ۱۹۶۲ء)۔

(۶۹) ۱۷۸۷ء-۱۸۵۲ء؛ والد کا نام جلال الدین، متعدد کتابوں کے مصنف اور پیشہ مدرسی تھا۔ حلقہ درس وسیع اور وقیع تھا۔ نوابین رامپور بھی ان کے شاگرد تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی مؤلفہ ''غیاث اللغات'' بہت معروف ہے۔ شاعر بھی تھے اور تخلص عزت تھا۔ تفصیلات کے لیے: احمد علی خان شوق، ''تذکرہ کاملانِ رامپور''، ص ۳۰۵-۳۰۸؛ امیر مینائی ''انتخاب یادگار'' (رامپور، ۱۲۹۷ء) ص ۲۲۶-۲۲۷۔

(۷۰) فارسی کا معروف اور معیاری لغت۔ مؤلف نے ۱۴ سال کی محنت کے بعد اسے ۱۸۲۷ء میں مکمل کیا تھا۔ اس کی قدیم اشاعتوں کا ذکر آربری بتصنیف مذکور، ص ۱۵۴-۱۵۵ اور عارف نوشاہی، تصنیف مذکور، ص ۳۰۰؛ ۱۱۱۳ میں ہے۔

(۷۱) ان کے حالات دستیاب نہیں۔

(۷۲) ۱۸۳۲ء-۱۸۹۰ء؛ قنوج میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام آل حسن۔ اس وقت کے اکابر علما سے دہلی میں تحصیل علم کیا۔ بھوپال گئے جہاں انھیں خوب ترقی و منزلت حاصل ہوئی، یہاں تک کہ رئیسۂ بھوپال ان کے عقد میں آئیں۔ نواب و خان کے خطابات سے سرفراز ہوئے۔ ساری عمر ذوق علم کی تسکین اور تصنیف میں بسر کی۔ اردو، فارسی اور عربی زبانوں میں تصانیف کی ایک بڑی تعداد ان سے منسوب ہے، جن کی ایک فہرست ان کی مفصل سوانح ''مآثر صدیقی'' مؤلفہ علی حسن خان (لکھنو، ۱۹۲۴') میں بطور ضمیمہ درج ہے۔ ان پر ایک مزید اہم ماخذ خود صدیق حسن خان کی خودنوشت ''ابقا المنن بلقا المحن'' (بھوپال، س ن) ہے۔ حالات اور علمی خدمات کے ایک جامع جائزے کے لیے: سعید اللہ "Life and Works of Siddiq Hasan Khan of Bhopal" (لاہور، ۱۹۷۳ء)۔

(۷۳) ۱۸۶۱ء-۱۹۱۲ء۔ پیدائش بھوپال، وفات لکھنو۔ پرورش اور ابتدائی تعلیم اپنے عالم و فاضل باپ

Marfat.com

کے زیر سایہ پائی۔ اردو و فارسی میں شعر کہتے تھے۔ ''کلیم'' اور ''نور'' تخلص اختیار کیے تھے۔ آخر عمر میں تصوف سے زیادہ لگاؤ ہو گیا تھا۔ اس ضمن میں ان کی ایک ضخیم تصنیف ''مجموعۂ رسائل'' ہے۔ اردو و فارسی شعرا کے تذکرے ''طورِ کلیم''، ''نگارستان سخن''، ''تذکرۂ شعرا الفرس'' ان سے منسوب ہیں۔ صدیق حسن خاں ''شمع انجمن'' (بھوپال، ۱۲۹۳ھ) ص ۴۸۶؛ نور الحسن خان ''نگارستان سخن'' (بھوپال، ۱۲۹۳ھ) ص ۱۳۰؛ یہی مصنف ''تذکرہ طورِ کلیم'' (بھوپال، ۱۲۹۸ھ) ص ۸۳، علی حسن خان ''صبح گلشن'' (بھوپال، ۱۲۹۵ھ) ص ۳۴۱۔۳۴۲؛ یہی مصنف ''بزم سخن'' (بھوپال، ۱۲۹۸ھ) ص ۹۸-۹۹؛ مظفر حسین صبا، ''روزِ روشن'' (تہران، ۱۳۴۳ش) ص ۹۸۱-

(۷۴) ۱۸۶۶ء-۱۹۳۶ء - نواب صدیق حسن خان کے دوسرے فرزند اور نور الحسن خان کے برادر خورد تھے۔ پیدائش بھوپال اور وفات لکھنو۔ اپنے خاندان کی علمی میراث کے نمائندگی ساری زندگی کرتے رہے۔ عربی اور فارسی زبانوں پر عبور تھا۔ امتیاز نثر نگاری تھا لیکن شاعری سے بھی شوق تھا اور تخلص سلیم تھا۔ سید احمد خان کی علیگڑھ تحریک سے متاثر اور شبلی نعمانی کے مقرب خاص رہے۔ جب تک بھوپال میں قیام رہا، وہاں تعلیم کی اصلاح اور ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ رئیسۂ بھوپال نے انہیں ریاست کا ناظمِ تعلیمات مقرر کر دیا تھا۔ ۱۹۰۳ء میں لکھنو منتقل ہو گئے۔ وہاں ندوۃ العلماً کی رکنیت اختیار کی اور اس کی نظامت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ تصانیف میں اپنے والد کی سوانح ''مآثرِ صدیقی'' چار حصوں میں تصنیف کی (لکھنو، ۱۹۲۴ء)۔ اس کے علاوہ شعرا کے تذکرے ''صبح گلشن'' (بھوپال، ۱۲۹۵ھ) ''بزم سخن'' (بھوپال، ۱۲۹۸ھ) ان سے منسوب ہیں۔ تفصیلات کے لیے: علی حسن خان ''صبح گلشن'' ص ۲۰۸-۲۰۹؛ یہی مصنف ''بزمِ سخن'' ص ۶۱؛ مظفر حسین صبا، تصنیف مذکور، ص ۳۶۴-۳۶۵؛ سید سلیمان ندوی ''حیاتِ شبلی'' (اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء) ص ۱۸۶-۱۸۸؛ یہی مصنف ''یادِ رفتگاں'' (کراچی، ۱۹۵۵ء) ص ۲۰۲-۲۰۴

(۷۵) مطبوعہ، کانپور، ۱۹۱۰ء

(۷۶) مطبوعہ، کانپور، ۱۸۹۷ء

(۷۷) مراد سید سلیمان ندوی، ۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء

(۷۸) ''شرح وقایہ'' دراصل ''وقایہ الروایہ فی مسائل الہدایہ'' (عربی) مصنفہ عبید اللہ الحمولی کی تصنیف ہے۔ علمائے حنفیہ نے کثرت سے اس کی شرحیں لکھی ہیں، لیکن سب سے مشہور شرح مصنف

Marfat.com

مذکور کے پوتے عبداللہ بن مسعود المحمودی (متوفی ۷۴۵ھ/۱۳۴۴ء) نے لکھی۔ ''چلپی'' اصل میں حاشیۂ شرح وقایہ ہے، جس کا نام ''ذخیرۃ العقبیٰ'' ہے، اسے مولے یوسف بن جنید المعروف اخی چلپی نے ۹۰۱ھ/۱۴۹۵ء میں تصنیف کیا تھا۔ یہ حاشیہ دراصل ''شرح وقایہ'' پر لکھے جانے والے دوسرے حاشیوں سے زیادہ جامع ہے۔ بحوالہ عبدالرحیم ''لباب المعارف الاسلامیہ فی مکتبۃ دار العلوم اسلامیہ'' (آگرہ، ۱۹۱۸ء) ص ۱۰۱، ۱۰۴

(۷۹) ۱۸۹۲ء-۱۸۹۲ء۔ ان کے والد حکیم محمد شریف خان (۱۷۱۴ء-۱۸۱۵ء) کا انیسویں صدی میں دہلی کے ممتاز اطباءؔ میں شمار ہوتا ہے۔ حکیم محمود خان بھی اپنے وقت کے جالینوس قرار دیے گئے ہیں۔ ان دونوں باپ بیٹوں نے حکماء کے خاندان شریفی کی توقیر میں اضافہ کیا۔ محمود خاں مصنف بھی تھے، ''قوانین حکمت''، ''ضیا الابصار'' اور ''لذت و وصال'' ان سے یادگار ہیں۔ تفصیلات کے لیے: الطاف حسین حالی ''کلیاتِ نظم حالی'' مرتبہ افتخار احمد صدیقی (لاہور، ۱۹۶۸ء) ص ۳۳۷-۳۴۹؛ رئیس احمد جعفری ''بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد'' (لاہور، ۱۹۶۹ء) ص ۳۷۵-۳۸۴

(۸۰) ۱۸۴۹ء-۱۹۰۲ء۔ ؛نواب علی خان (متوفی ۱۸۵۸ء) کے فرزند، جو پینتے پور کے رئیس عباد علی خان کے بھائی تھے۔ یہ دونوں محمود آباد کے رئیس نواب مصاحب علی خان کے لے پالک تھے۔ ابتدائی تعلیم سیتاپور، بنارس اور کیننگ کالج لکھنو میں پائی۔ ۱۸۷۱ء میں اودھ کی برٹش انڈین ایسوسی ایشن کے نائب صدر، اعزازی منصف، اعزازی مجسٹریٹ اور صوبہ متحدہ کی مجلس قانون ساز کے رکن نامزد ہوئے۔ ۱۸۷۱ءمیں ''سر'' اور ۱۸۷۷ء میں ''راجا'' اور ۱۸۸۳ء میں ''خان بہادر'' کا خطاب ملا۔ بکلینڈ، سی۔ ای۔ (Buckland, C.E.) Dictionary of Indian Biography (لندن، ۱۹۰۶ء) ص ۲۶۹؛ پراگ نرائن بھارگو ''صحیفۂ زریں'' (ممالک متحدہ آگرہ واودھ)، (لکھنو، ۱۹۰۲ء) ص ۹-۱۰

(۸۱) ۱۸۲۳ء-۱۹۰۵ء؛ دیوا (ضلع بارہ بنکی) وطن تھا۔ والد کا نام سید قربان علی شاہ۔ انیسویں صدی کے اکابر مشائخ میں گزرے ہیں۔ ابتدائی اور بنیادی تعلیم کے بعد سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اور قادریہ رزاقیہ کے ایک بزرگ سید خادم علی شاہ (متوفی ۱۸۳۶ء) کے ہاتھ پر بیعت کی، جو شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد تھے اور گولا گنج (لکھنو) میں جن کی ایک خانقاہ تھی۔ (مرزا محمد ابراہیم بیگ شیدا، ''سعی الحارث فی ریاحین الوارث''

Marfat.com

(دہلی، ۱۹۳۸ء) ص ۵۲، ۵۷؛ فضل حسین صدیقی، ''مشکواۃ حقانیہ'' (کراچی، ۱۹۶۳ء) ص ۱۷
خادم علی شاہ کے انتقال کے بعد خود دستار فضیلت سنبھالی- تین بار حج اور سفر حجاز کیا- نثر میں کمال حاصل تھا- شاعر بھی تھے تخلص ''صفا'' اختیار کیا تھا- تفصیلات کے لیے: ابراہیم بیگ شیدا، تصنیف مذکور؛ لیبسکنڈ، کلاڈیا (Leibeskind, Claudia) *Piety on its Knees: Three Sufi Traditions in South Asia in Modern Times.* (دہلی، ۱۹۹۸ء) ص ۱۷۷-۲۲۳

(۸۲) یعقوب بن عثمان غزنوی چرخی نقشبندی، متوفی ۱۴۴۷ء- پیدائش چرخ آباد، نزد کابل، زیادہ مدت شیراز میں گزاری- بہاالدین نقشبندی کا شاگرد تھا- تصانیف میں ''تفسیر قرآن''، ''انیسیہ''، ''حورائیہ''، ''نے نامہ''، شرح اسما الحسنٰی، اور ''رسائل'' یادگار ہیں- تفصیلات کے لیے: حاجی خلیفہ ''کشف الظنون'' ج ۱ (بیروت، ۱۹۴۱ء) ص ۴۶۱؛ احمد منزوی ''فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان'' ج ۱ (اسلام آباد، ۱۹۸۳ء) ص ۲۳؛ ج ۳ (اسلام آباد، ۱۹۸۴ء) ص ۱۲۹۱، ۱۳۳۵، ۱۳۱۸، ۱۴۲۳، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۵۵۲، ۱۵۸۱-۱۵۸۳، ۱۶۳۴

(۸۳) یہ تفسیر نامکمل رہی اور محض سورۂ فاتحہ اور ۲۹ ویں اور ۳۰ ویں پاروں پر محیط ہے- اس کی اشاعتوں کے لیے ایضاً، متعلقہ مقامات؛ نیز ہندوستان میں اشاعتوں کے لیے: عارف نوشاہی، تصنیف مذکور، ص ۱۰۶۴، ۱۸۶

(۸۴) یہ لکھنو سے ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی تھی- مصنف ایک تعلقدار تھا اور اس نے یہ کتاب نوجوان تعلقداروں کے لیے تحریر کی تھی- اس میں سیاسی، معاشرتی اور مذہبی ذمے داریوں پر اظہار خیال کیا گیا تھا- بلوم ہارٹ، جے، ایف (Blumhardt, J.F.) "A Supplementary Catalogue of Hindustani Books in the British Museum". ک ۴۴۴

(۸۵) ۱۷۹۶ء، ۱۸۵۶ء؛ شیعہ مجتہد سید دلدار علی لکھنوی (۱۷۵۲ء، ۱۸۱۹ء) کے فرزند- فراغت تعلیم کے بعد ان کی لیاقت واستعداد کو دیکھ کر شاہِ اودھ امجد علی شاہ (۱۸۴۲ء-۱۸۴۷ء) نے نگرانِ تعلیم کا غیر رسمی منصب عطا کیا- ان ہی کے مشورے پر شاہی سرپرستی میں مدرسہ

Marfat.com

سلطانیہ قائم ہوا چناں چہ یہ اس منصب کے زیر اثر ریاست میں دینی سربراہ بن کر ابھرے۔ واجد علی شاہ (۱۸۴۷ء-۱۸۵۶ء) نے بھی ان کی سرپرستی جاری رکھی۔ ''سید العلما'' کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ متعدد تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ تفصیلات کے لیے: سید محمد حسین نوگانوی ''تذکرہ بے بہا'' (دہلی، س ن) ص ۱۲۴-۱۲۸؛ مرزا محمد مہدی ''تکملۂ نجوم السماء'' (قم، ۱۳۹۶ش) ج ۲، ص ۱۲۵؛ مرتضی حسین فاضل ''مطلع الانوار'' (کراچی، ۱۹۸۱ء) ص ۱۹۱-۱۹۹، ایضاً کے مطابق انھوں نے بعد مراجعت بمبئی میں انتقال کیا۔ ص ۶۳۷

(۸۶) ایضاً میں حدود ۱۲۸۰ھ/۱۸۸۱ء بتایا گیا ہے۔ ص ۶۳۷

(۸۷) فاضل مصنف نے سلیم پور کو ریاست لکھا ہے، لیکن یہ محض ایک تعلقداری تھی جو لکھنو چھاؤنی سے جانب پرتاب گڑھ، جنوب مشرق میں کوئی ۲۵ میل کے فاصلے پر واقع تھی۔ بحوالہ ایڈورڈ تھورنٹن (Thornton, Edward) A Gazetteer of the Territories under the Government of the East India Company and of the Native States on the Continent of India. (کلکتہ، ۱۸۵۸ء، حالیہ اشاعت، دہلی، ۱۹۹۳ء) ص ۸۵۰؛ مغل حکمراں اکبر کے زمانے میں یہاں کے تعلقدار خاندان کو پرگنہ امیٹھی اور ابراہیم آباد کی جاگیر عطا ہوئی تھی۔ اسی خاندان نے سلیم پور آباد کر کے اسے اپنا مستقر بنالیا۔ حکومت برطانیہ کے زمانے میں یہ خاندان انگریزوں کا وفادار رہا، چناں چہ اس خاندان کو مجسٹریٹی اور دیوانی کے اختیارات تفویض رہے۔

(۸۸) راجا، خان بہادر خطاب۔ تعلقدار سلیم پور۔ پیدائش ۱۸۵۹ء۔ ان کے والد نواب علی خان نے ۱۸۷۹ء میں انتقال کیا تو شعبان علی خلن ان کے جانشین قرار پائے۔ اپنے علاقے کے باشندوں کے لیے متعدد رفاہی و فلاحی کام کیے اور حکومت کی سرگرمیوں میں معاونت کی۔ یہ ۱۹۰۲ء تک ضرور حیات تھے۔ پراگ نرائن بھارگو، تصنیف مذکور، ممالک آگرہ و اودھ، ص ۹۲-۹۴

(۸۹) مرتضی حسین فاضل نے ''پیام اسلام'' لکھنو، یکم جون ۱۹۵۷ء اور ''نظارہ'' لکھنو کے حوالے سے ان کی تصانیف: ''نزہتہ الامامیہ''، ''صحیفتہ الزیارات''، ''رسالہ مسابقت''، ''کتاب ردعیسائیت'' کا حوالہ دیا ہے۔ تصنیف مذکور، ص ۶۷۲

Marfat.com

فہرستِ اسنادِ محولہ

آربری، اے۔ جے (.Arberry, AJ)۔ "A Catalogne of the Library of the India Office: Persian Books". (لندن، ۱۹۳۷ء)

آزاد بلگرامی، غلام علی۔ ''مآثر الکرام'' (لاہور، ۱۹۷۱ء)

ابوالحسن علی ندوی ''حیات عبدالحیٔ'' (دہلی، ۱۹۷۰ء)

—— ''تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی'' (لکھنؤ، ۱۹۵۸ء)

اثر، امداد امام۔ ''کاشف الحقائق معروف بہ بہارستانِ سخن'' جلد اول (آرہ، ۱۸۹۷ء)، جلد دوم (لکھنو۱۹۱۳)

احمد خاں، ڈاکٹر۔ ''قرآن کریم کے اردو تراجم'' (اسلام آباد، ۱۹۸۷ء)

احمد علی خاں ہاشمی سندیلوی، شیخ۔ ''مخزن الغرائب'' جلد۴ (اسلام آباد، ۱۹۹۳ء)

ادریس بلگرامی، محمد۔ ''تذکرہ علمائے خال''، (لکھنو، ۱۸۹۷ء)

اشرف نقوی، سید محمد۔ ''اختر شہنشاہی''، (لکھنو۔ ۱۸۸۸ء)

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ''مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین'' (ربوہ، ۱۹۶۲ء)

اکرام علی، شیخ محمد ''اخوان الصفا'' ترجمہ، (دہلی، ۱۹۳۹ء)

—— ''اخوان الصفا''، مرتبہ ڈاکٹر احراز نوی (لاہور، ۱۹۶۶ء)

امام خاں نوشہروی، ابو یحییٰ ''تراجم علمائے حدیث ہند'' (فیصل آباد، ۱۹۷۲ء)

امپریئل گزیٹر آف انڈیا "Imperial Gazetteer of India: Provincial Series, United Provinces, Agra and Oudh". جلد۲، عکسی اشاعت (دہلی۱۹۷۹ء)

Marfat.com

امیر مینائی ''انتخاب و یادگار''، (رامپور، ۱۲۹۷ھ)

ایوب قادری، محمد ''اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کرام کا حصہ'' (لاہور، ۱۹۸۸ء)

بشیر الدین احمد ''واقعات دار الحکومت دہلی'' جلد سوم، (دہلی، ۱۹۱۹ء)

بکلینڈ، سی۔ای (Buckland, C.E.)۔ "Dictionary of Indian Biography." (لندن، ۱۹۰۶ء)

بلوم ہارٹ، جے۔ایف (Blumhardt, J.F.) "A Catalogue of Hindustani Printed Books in the British Museum."، (لندن، ۱۸۸۹ء)

———، "A Supplementary Catalogue of Hindustani Books in the British Museum."، (لندن، ۱۹۰۹ء)

بہاؤالدین صدیقی گوپاموی، حکیم محمد۔ ''سیر العلماء: علمائے ضلع سیتاپور کے مختصر حالات''، (کانپور، ۱۹۳۱ء)

بھارگو، پراگ نرائن۔ ''صحیفۂ زریں: ممالک متحدہ، آگرہ و اودھ''، (لکھنؤ ۱۹۰۲ء)

بھگوان داس ہندی ''سفینۂ ہندی''، (پٹنہ، ۱۹۵۹ء)

بیلی، سی۔اے (Bayly C.A.)۔ "Rulers, Townsmen and Bazars." (کیمبرج، ۱۹۸۳ء)

پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' جلد ۹، ۲، ۱۹۷۲ء؛ جلد ۲۱، ۱۹۸۷ء

تفہیمی، ساجد اللہ۔ ''شرح احوال و آثار فارسی شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی'' غیر مطبوعہ۔

تھورنٹن، ایڈورڈ (Thornton, Edward)، "A Gazetteer of the Territories Under the Government of the East India Company and of the native States on the Coutinent of India." عکسی اشاعت، (دہلی، ۱۹۹۳ء)۔

حالی، الطاف حسین ''کلیات نظم حالی'' مرتبہ افتخار احمد صدیقی (لاہور، ۱۹۶۸)

حسین الٰہی، محمد ''حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء'' (لاہور، ۱۹۷۹ء)

حسین نوگانوی، سید محمد ''تذکرہ بے بہا'' (دہلی، سن ندارد)

Marfat.com

حقانی، عبدالحق ''عقائد اسلام''، (دہلی ۱۸۹۴ء)

خلیفہ، حاجی ''کشف الظنون'' جلد ا (بیروت، ۱۹۴۱ء)

رحمٰن علی ''تذکرہ علمائے ہند''، (لکھنو ۱۹۱۴ء)

رضا انصاری، محمد ''تذکرہ حضرت سید صاحب بانسوی''، (لکھنو، ۱۹۸۶ء)

رفیع الدین ہاشمی، اور عارف نوشاہی ''ارمغان سپاس: بہ پاسِ خدماتِ علمی وادبی ڈاکٹر وحید قریشی'' (لاہور، ۱۹۸۸ء)

رئیس احمد جعفری ''بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد'' (لاہور، ۱۹۶۹ء)

ریاض خیر آبادی ''نثر ریاض''، (حیدرآباد دکن، ۱۹۴۵ء)

سعید اللہ "Life and Works of Siddiq Hasan Khan of Bhopal". (لاہور، ۱۹۷۳ء)

سلیمان علوی، ''تحفۃ الطلاب'' حصہ سوم ''تشکر نامہ'' (آگرہ، ۱۹۰۰ء)

سلیمان ندوی، سید ''حیات شبلی''، (اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء)

—— ''یاد رفتگاں'' (کراچی، ۱۹۵۵ء)

سوامی دیال، سیٹھ ''گلدستۂ ریاست''، (لکھنو، ۱۸۹۴ء)

شرف الدین ابو علی قلندر پانی پتی ''مثنوی گل وبلبل'' مرتبہ ساجد اللہ تفہیمی (لاہور، ۱۹۷۹ء)

شروانی، عبدالشاہد خاں، مقدمہ ''باغی ہندوستان'' مصنفہ: فضل حق خیر آبادی (بجنور، ۱۹۴۷ء)

شوق رامپوری، احمد علی خان ''تذکرہ کاملان رامپور''، (دہلی، ۱۹۲۸ء)

شیدا، مرزا محمد ابراہیم بیگ ''سعی الحارث فی ریاحین الوارث''، (دہلی، ۱۹۳۸ء)

صابری، امداد ''تاریخ اردو صحافت'' جلد سوم، (دہلی، ۱۹۷۳ء)

—— ''دلی کی عجیب ہستیاں''، (دہلی، ۱۹۷۲ء)

صبا، مظفر حسین ''روز روشن'' (تہران، ۱۳۴۳ س)

صدیق حسن خان ''ابقاالمنن بلقاالحسن'' (بھوپال، سن ندارد)

—— ''شمع انجمن'' (بھوپال، ۱۷۹۳ء)

صدیق خیر آبادی، سید محمد ''دارالخیر خیر آباد'' (کراچی، ۱۹۷۶ء)

Marfat.com

عادل سیتاپوری، سید محمد ''تاریخ سیتاپور'' تین جلدیں، غیر مطبوعہ، مملوکہ ڈاکٹر سید عابد اظہر، کراچی

عارف نوشاہی ''فہرست کتابہائی فارسی چاپ سنگی وکمیاب کتاب خانہ خدا بخش'' جلد۱ (اسلام آباد، ۱۹۸۶ء)

عبدالحیٔ حسنی ''نزہتہ الخواطر'' جلد ۶، ۷، ۸ (حیدر آباد دکن ۱۹۷۹ـ۱۹۷۸ء)۔

عبدالرحیم ''لباب المعارف الاسلامیہ فی مکتبہ دارالعلوم اسلامیہ''، (آگرہ، ۱۹۱۸ء)

عبدالرزاق کانپوری ''البرامکہ'' (کانپور، ۱۹۱۰ء)

ـــ ''نظام الملک طوسی''، (کانپور، ۱۸۹۷ء)

عبدالعزیز دہلوی، شاہ ''وسیلۃ النجات'' مرتبہ ہادی علی خان، (دہلی، ۱۲۵۲ھ)

علی حسن خان ''بزم سخن'' (بھوپال، ۱۲۹۸ھ)

ـــ ''صبح گلشن''، (بھوپال، ۱۲۹۵ھ)

ـــ ''مآثر صدیقی''، (لکھنو، ۱۹۲۸ء)

عنایت اللہ فرنگی محلی ''تذکرہ علمائے فرنگی محل''، (لکھنو، ۱۹۳۰ء)

فاضل، مرتضٰی حسین ''مطلع الانوار'' (کراچی، ۱۹۸۱ء)

فائق، غلام محمد ''دستور الانشا معروف بہ انشائے فائق''، (کانپور ۱۸۵۰ء)

ـــ ''دیوان فائق'' (بمبئی، ۱۸۶۶ء)

فروغ سیتاپوری، سید ظہور الحسن ''شجرات طیبات''، (سیتاپور، ۱۹۱۶ء)

فریڈمن، یوہنان (Fredman, Yuhnnan)، *Prophecy Continous: Aspects of Ahmadia Religious Thoughts and its medieval' background."* (دہلی، ۱۹۸۸ء)

ضل حسین صدیقی ''مشکوٰۃ حقانیہ'' (کراچی، ۱۹۶۳ء)

قیر محمد جہلمی ''حدائق الحنفیہ''، (لکھنو، ۱۹۰۶ء)

رار، ایم۔ آئی (Ferrar, M.I.)، *"The Regular Settlement and Assesement of the District of Sitapur in the Province of Oudh."* (لکھنؤ، ۱۸۷۵ء)

رت اللہ گوپاموی ''تذکرہ نتائج الافکار''، (بمبئی، ۱۹۳۶ء)

Marfat.com

کحالہ، عمر رضا ''معجم المؤلفین'' جلد ۱۰، (بیروت، ۱۹۵۷ء)

گزیٹیر آف اودھ'' (Gazetteer of Oudh) جلد ۳، عکسی اشاعت، (دہلی، ۱۹۹۳ء)

لیبسکنڈ، کلاڈیا (Leibeskind, Cladia)، "Piety on its Knees: Three Sufi Traditions in South Asia in Modern Times."، (دہلی، ۱۹۹۸ء)

محمد خاں شاہجہانپوری ''ملفوظ رزاقی''، (لکھنو، ۱۸۹۶ء)

مدرس، مرزا محمد علی ''ریحانۃ الادب'' جلد ا، (تہران، ۱۳۶۹ش)

منزوی، احمد ''فہرستوارۂ کتابہائی فارسی'' جلد ا۔ (تہران، ۱۳۴۳ش)

—— ''فہرست مشترک نسخہ پائی خطی فارسی پاکستان''، جلد ا، ۳ (اسلام آباد، ۱۹۸۳ء۔۱۹۸۴ء)

مہدی، مرزا محمد ''تکملۂ نجوم السماء'' (قم، ۱۳۹۴ش)

نادم سیتاپوری ''انتخاب فتنہ''، (لکھنو، ۱۹۶۰ء)

——، ''ریاض خیرآبادی کی پہلی سوانح عمری'' مشمولہ ''ماہ نو'' (کراچی، اگست، ۱۹۷۱ء)

—— ''علامہ سیتاپوری'' (سیتاپور، سن ندارد)

—— ''فورٹ ولیم کالج اور مولوی اکرام علی'' (لکھنو، ۱۹۵۹ء)

نظام الدین فرنگی محلی، ملا ''مناقب رزاقیہ'' مرتبہ، (لکھنو، ۱۹۲۱ء)

نظامی، خلیق احمد ''تاریخ مشائخ چشت''، (دہلی، ۱۹۵۳ء)

نور الحسن خاں ''تذکرہ نگارستان سخن''، (بھوپال، ۱۲۹۳ھ)

—— ''طور کلیم''، (بھوپال، ۱۹۹۸ء)

ہادی علی خان ''دہ مجلس''، (لکھنو، ۱۹۱۳ء)

—— ''مناقب حافظیہ''، (کانپور، ۱۳۰۵ھ)

Marfat.com

ڈاکٹر معین الدین عقیل کی چند دیگر مطبوعات

تصنیفات:

پاکستانی زبان وادب: مسائل ومناظر (لاہور)

جہات جہد آزادی (لاہور)

امیر خسرو: فرد اور تاریخ (کراچی)

پاکستانی غزل: تشکیلی دور کے رویے اور رجحانات (کراچی)

نوادرات ادب (لاہور)

پاکستان میں اردو ادب: محرکات اور رجحانات کا تشکیلی دور (کراچی)

اقبال اور جدید دنیائے اسلام مسائل، افکار، اور تحریکات (لاہور)

تحریک آزادی میں اردو کا حصہ (کراچی)

پاکستان میں اردو تحقیق، موضوعات اور معیار (کراچی)

سلطنت، بہمنیہ اور ایران کے علمی وتمدنی روابط (کراچی)

تحریک آزادی اور مملکت حیدرآباد (کراچی)

تحریک پاکستان کا تعلیمی پس منظر (لاہور)

مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، مسائل، افکار اور تحریکات (لاہور)

تحریک پاکستان اور مولانا مودودی (کراچی)

IQBAL, FROM FINITE TO INFINITE:

Evolution of the Concept of Muslim Nationalism in British India.

تالیفات:

''فتح نامہ ٹیپو سلطان'' (کراچی)

بیاض رنجور عظیم آبادی (پٹنہ، بھارت)

Marfat.com

سقوطِ حیدرآباد (کراچی اور حیدرآباد دکن)

کلامِ رنجور: رنجور عظیم آبادی کے کلام کی اولین اشاعت (پٹنہ، بھارت)

بپتی کہانی: اردو کی اولین نسوانی خودنوشت (حیدرآباد، سندھ)

مدح و قدحِ دکن: ادب و شعر میں تاریخ و تمدنِ دکن کی جھلکیاں (کراچی)

دکن کا عہدِ اسلامی: ایک منتخب کتابیات (کراچی)

کلامِ نیرنگ: میر غلام بھیک نیرنگ اور ان کا کلام (کراچی)

ایک نادر سفرنامہ: دکن کے اہم مقامات کے احوال و کوائف (کراچی)

اشاریہ کلامِ فیض (کراچی و دہلی)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی' ایک کتابیات (اسلام آباد)

منتخباتِ اخبارِ اردو (اسلام آباد)

منتخباتِ اردو نامہ (اسلام آباد)

Resurgence of Muslim Separatism in British India (Lahore)

Marfat.com

ہماری دیگر کتابیں

کتابِ زندگی	قیصری بیگم
حواس خستہ	ڈاکٹر ایس ایم معین قریشی
شخصیات و مشاہدات	ڈاکٹر گیان چند
منتخب مضامین	وارث علوی
جوش ملیح آبادی	شفقت رضوی
پریم چند گھر میں	حسن منظر
منزلیں گرد کے مانند	خلیق ابراہیم خلیق
ناممکن کی جستجو	حمید نسیم
اردو صحافت انیسویں صدی میں	ڈاکٹر طاہر مسعود
اولین اردو سلینگ لغت	ڈاکٹر رؤف پاریکھ

Designed by: Naveed Ahmad 0300-4299692

1501

Rs. 80/-

Marfat.com